نمبر ۱۹ | دار الامان قادیان مورخہ ۱۰ جون سنہ ۱۹۰۴ء | جلد

حضرت اقدس کے ملفوظات میں سے چھوٹے چھوٹے جملے

حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ کیا کبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ میں بھی **ریا** آئے؟ اس پر **فرمایا** کبھی چڑیا خانہ گئے ہو میں نے کہا کہ ہاں فرمایا دیکھو وہاں شیر چیتے اور دوسرے حیوانات ہوتے ہیں کبھی یہ خیال وہاں جا کر دل میں آسکتا ہے کہ ان کے سامنے لمبی لمبی نمازیں پڑھیں کبھی یہ خیال وہاں جا کر ریاکار سے ریاکار کے دل میں بھی نہیں آسکتا اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ حیوانات ہماری جنس سے تو نہیں ہیں تو پھر ریا کہاں رہی ریا تو ہم جنسوں سے ہوتی ہے تو اہل اللہ کس سے ریا کریں ان کے سامنے دوسرے لوگوں کی وہی مثال ہے جیسے چڑیا خانہ میں جانور بھرے ہوئے ہیں

مولانا موصوف نے فرمایا کہ ایک دن کی یہ بات ہے کسی نے ذکر کیا کہ منشی الٰہی بخش وزیر کا ترجمان منشی عبد الحق کہتا ہے کہ الہام وہ ہے جو پورا ہو جاوے اور جو نہ ہووے وہ شیطانی کام ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں داخل ہو کر اگر خدا تعالےٰ کی قسم بھی جاوے تو میں کہوں گا کہ میرے الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن جس شخص نے خیالی طور پر دعوی کیا ہو وہ ہرگز یہ جرات نہیں کر سکتا۔ کبھی وہ شخص جو کامل یقین رکھتا ہے اور وہ جو مشکوک ہے برابر ہو سکتے ہیں؟

مولانا موصوف تریاق القلوب جب تالیف ہو رہا تھا اور ابھی ابتدائی اوراق طبع ہو رہے تھے جس مجلس کے یہ نوٹ ہیں اس میں تریاق القلوب کا قصیدہ سنا رہے تھے یہ شعر
نہیب حادثہ بنیاد دیں زجا ببرد + اگر زملت باطل شاں جدا باشد + پڑھا

اور فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس نے خاص طور پر مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ میرے خلق کی پیروی کرنی چاہیئے عرض کی کہ دعا کرو۔ فرمایا کہ اگر کسی نے ایک بار میرے ساتھ عہد دوستی باندھا ہو تو مجھے اس قدر اس کی رعایت ہوتی ہے کہ اگر وہ شراب پی ہوئی ہو تو بھی میں بلا خوف لومتہ لائم اسے اٹھا لاؤں گا۔ یعنی جب تک وہ خود ترک نہ کرے ہم خود نہ چھوڑینگے۔ پس اگر کوئی اپنے بھائیوں کو ترک کرے گا وہ سخت گنہگار ہوگا۔

مولانا موصوف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ مومن مومن کبھی نہیں ہو سکتا جب تک کہ کفر اس سے مایوس نہ ہو جاوے فتح مسیح کو ایک بار میں نے رسالہ بھیجا اس پر اس نے لکیریں کھینچکر واپس بھجدیا اور لکھا کہ جس قدر دل آپ نے دکھایا ہے کسی اور نے نہیں دکھایا۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن نے خود اقرار کر لیا کہ ہمارا دل دکھا۔ پس ایسی مضبوطی ایمان میں پیدا کرو۔ کہ کفر مایوس ہو جاوے کہ ہمارا قابو نہیں چلتا۔ اشداء علی الکفار کے یہ معنی بھی ہیں +

طاعون کا ذکر تھا کثرت اموات پر ذکر کرتے فرمایا۔ دعائیں کرتے رہو بجز اسکے انسان کہ اللہ کو بچ نہیں سکتا۔ مگر دعاؤں کی قبولیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرے اگر بدیوں سے نہیں بچ سکتا اور خدا تعالےٰ کی حدود کو توڑتا ہے تو دعاؤں میں کوئی اثر نہیں رہتا۔

فرمایا اسوقت دنیا میں خدا تعالےٰ کا وجود ثابت ہو رہا ہے۔ اگرچہ لوگ برائے نام خدا تعالیٰ کے قائل تھے مگر اصل بات یہ ہے کہ ایک قسم کی دہریت پھیل رہی تھی اور خدا تعالیٰ سے بکلی دور جا پڑے ہیں مگر اب وقت آگیا ہے کہ لوگ خدا تعالےٰ کو شناخت کریں۔ خدا تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو توڑنا اس سے بڑھ کر خباثت کیا ہوگی یہ تو اس کا مقابلہ ہے۔

بمقام گورداسپور ۸ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو خلیفہ رجب الدین صاحب کو خطاب کر کے طاعون کے متعلق ذکر فرما رہے تھے۔ اثناء ذکر میں فرمایا۔

بخاری میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے مجھے مومن کی جان لینے میں تردد ہوتا ہے اسکے یہی معنی ہیں کہ خدا تعالےٰ مومن کو یکدفعہ نہیں پکڑتا ہے پھر اسکے ساتھ نرمی کرتا ہے پھر پکڑتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے یہ حالت گویا تردد سے مشابہ ہے پہلی کتابوں میں بھی اس قسم کے الفاظ آتے ہیں کہ خدا پچتایا۔ میرے الہام میں بھی افطر و اصوم اسی رنگ کے الفاظ ہیں۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ جس مومن کے وجود میں خلق اللہ کا نفع ہو اور اسکی موت شماتت کا باعث ہو وہ کبھی طاعون سے نہیں مرے گا۔ میں جانتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی تک کوئی ایسا آدمی طاعون سے نہیں مرا جسکو ہم پہچانتا ہوں! وہ مجھے پہچانتا ہو جو شناخت کا حق ہے ***

ہم اور ہمارے ناظرین

ـــ ہفتہ کی رپورٹ جو اس عنوان کے نیچے ہم درج کرتے ہیں وہ بہت ہی کم قابل ذکر ہے تاہم اس کا لکھنا ضروری ہے۔ ہم کو امید تھا کہ پچھلے نمبروں کے ریمارک پڑھ کر ہمارے ناظرین میں ایک خاص تحریک اور جوش پیدا ہو جاتا مگر ابھی تک وہ خیال پیدا نہیں کہ یہ تحریکیں معمولی تحریکیں ہیں جن پر عملدرآمد کرنا برابر ہے۔ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو وہ غلطی پر ہے۔ ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ اپنی ہمت کے موافق اس تحریک میں شریک ہو۔

گذشتہ اشاعت کے بعد صرف ایک خط اس تحریک کے متعلق پہنچا ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

منشی عبدالعزیز صاحب سیرٹری لکھتے ہیں۔

میں اس وقت آپ کی اس کالمی تحریک کا جواب عرض کرتا ہوں جو ماہ گذشتہ کی دو تاریخ سے میرے ذمہ تھا۔ مگر خالی جواب دیتے ہوئے مجھے حیا مانع رہی حالانکہ فرماویں آج دس روپیہ کا منی آرڈر ارسال خدمت کرتا ہوں اور آئندہ بھی انشاء اللہ جب تک ہو سکے گا یہی قیمت ادا کیا کروں گا۔ نئے خریدار پہنچانے کی غرض سے میرے اتنے میں الحکم جیسا گرامی قدر پرچہ اس وقت ایک ہی نہیں اور سب سے سب اکثر لوگوں کو تحریک کرنے کی غرض سے تقسیم کرتا رہا مگر افسوس جب کبھی وہ قدر نہیں ہوئی جو ہونی چاہئے تو باہر والوں پر کیا افسوس۔ اللہ تعالیٰ آپکو اور آپ کے الحکم کو ترقی بخشے اور ہم لوگوں کو اس سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشے۔ میں انشاء اللہ کوشش کرتا رہونگا کہ الحکم کی اشاعت میں توسیع ہو۔

ایڈیٹر۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ جو محبت اور قدر دانی آپ نے الحکم کیلئے ظاہر کی ہے وہ قابل شکر ہے۔ دس روپیہ پہنچ چکے ہیں۔ میں محض اس خیال پر کہ آپکو جب تک توسیع اشاعت میں مدد ہو ہفتہ وار دس کاپیاں الحکم کی آپکے پاس بھیجتا رہونگا۔ منشی عبدالعزیز صاحب الحکم کے لئے خاص جوش اور عشق رکھتے ہیں اس سے پہلے بھی آپنے ایک مرتبہ بطور ڈونیشن مجھے مدد دی جس کے ذریعہ بہت سے غریب اور غیر مستطیع احباب مستفید ہوئے اور اب

کی اب بھی یہ حالت ہو کہ اپنا پرچہ بھی دوسروں کو بغرض تحریک دیدیتے ہیں یہ ایک عمدہ مثال ہے۔

توسیع اشاعت یا تحریک توسیع اشاعت کے متعلق کوئی اور خط قابل اندراج نہیں آیا۔ جو صاحب ذاتی طور پر خریدار ہوئے ہیں ان کا ذکر اس کالم میں نہیں ہوگا۔ البتہ سہ ماہی رپورٹ میں ذکر کرونگا۔ مگر مجھے افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ اس مرتبہ سہ ماہی رپورٹ گذشتہ سہ ماہی سے شاید کم ہو۔

الحکم میں ایک نیا کالم کھولا جاوے

مولوی محمد فضل خان صاحب چنگوی تحریک کرتے ہیں کہ الحکم میں ایک صفحہ تاویل الاحادیث والرؤیا الصالحہ کیلئے وقف کر دیا جاوے آپ لکھتے ہیں کہ اگر یہ کالم کھولا جاوے تو بڑا مفید اور موثر ہوگا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ممبر اور دیگر اشخاص جو رؤیا دیکھیں تاویل و تعبیر کیلئے الحکم میں شائع کرا دیں۔ ناظرین الحکم تاویل کریں جس کی تاویل و تعبیر کا ظہور مشاہدہ میں ہو اول بیجنے بتانے والے کی تاویل کے مطابق ظاہر ہو۔ اس کو راقم یعنے رؤیا دیکھنے والا کچھ انعام دے جو رؤیا بھیجنے اور ظہور والی ہوں ان کے متعلق بہر حال اسکو علیحدہ کارڈ کے ذریعہ استفسار و اثبات کی ذمہ داری کرے اور تاویل کرے اس باب سے ناظرین الحکم حظ وافر اور تاویل الاحادیث کا علم سیکھا کر حاصل کرینگے۔

ایڈیٹر۔ میں تو کوئی انکار نہیں ہو سکتا۔ یہ کثرت رائے ناظرین پر موقوف ہے اور انعام کی شرط نامناسب ہے۔

تعبیر طلب

مولانا موصوف ایک رؤیا بغرض تاویل درج کرتے ہیں۔

رؤیا

میں نے دیکھا ہے کہ کسی شخص نے پانسو پونڈ کی رقم روانہ کی ہے صرف فارم دکھایا ہے رقم نہیں دیکھی پونڈ کی رقم کو ضرب دی کہ کل کتنے روپیہ معلوم ہو جاویں کہتے ہیں ضرب دینے کے بعد چھتیس ہزار روپیہ حاصل ضرب ہوا۔ (کوئی صاحب تعبیر لکھیں)

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور ہی تشریف فرما رہے۔ ۹۔ اور ۱۰ جون سنہ ۱۹۰۴ء کو آپ قادیان رہے آپ کی طبیعت الحمد للہ اچھی ہے۔

خاندان رسالت کے ممبر بھی خیریت سے ہیں

۲۔ بزرگان ملت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے تندرست دارالامان میں موجود ہیں۔ تندرست وہی میں معروف ہیں مولوی سید محمد احسن صاحب امروہہ چلے گئے۔

۳۔ موسم خوب بدل گیا ہے خوب گرمی پڑتی ہے آندھیاں آتی ہیں اور کبھی کبھی خفیف سا تقاطر بھی ہو جاتا ہے۔

حالات مقدمہ

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدمہ میں ۱۷ جون سنہ ۱۹۰۴ء مقرر ہے جس میں مولوی محمد علی صاحب بی۔ اے گواہ استغاثہ کرم الدین پر کرم الدین جرح کریگا اور ثناء اللہ امرتسری پر جرح ہوگی۔

مقدمہ بنام کرم الدین میں شہادت استغاثہ ختم ہو چکی ہے اور کرم الدین اور فقیر محمد پر فرد قرارداد جرم مرتب ہو کر سنائی گئی۔ کرم الدین نے پھر شہادت استغاثہ پر جرح کرنی چاہی چنانچہ بابو غلام حیدر خان صاحب تحصیلدار پر مکرر جرح بھی ہو چکی ۱۳ جون سنہ ۱۹۰۴ء کو حافظ عبدالقدوس صاحب پر جرح ہوگی اور پھر ایڈیٹر الحکم مستغیث پر اور ۱۸ جون سنہ ۱۹۰۴ء کیلئے مولوی عبدالکریم صاحب کو بھی مکرر جرح کیلئے بلایا گیا ہے۔

الہامات

۱۔ ۸ جون سنہ ۱۹۰۴ء بمقام گورداسپور ایک الہام کا خلاصہ

خدا تیرا دوست ہے اسی کے صلاح و مشورہ پر چل

۲۔ دوبارہ الہام ہوا۔

عفت الدیار محلھا ومقامھا

انی احافظ کل من فی الدار

مطلب شکل النعیم

معذرت

اسے مقدمہ کی مصروفیت کہیے اس قسم کی اگر واقع ہوئی ہے کہ میں نے امسال الحکم کو ٹھیک تاریخ پر شائع کرنے سے محض ناقابل ہوں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا جو لوگ اس وقت شکایت کرتے ہیں کہ دیر سے اخبار پہنچتا ہے وہ مجھے معذور سمجھیں مقدمہ کی مصروفیت کے ساتھ ہی کاتب اور پریس مین کی قلت اور وقت ہی خاص طور پر ہو رہی ہے۔ جس کا انتظام اس طرف کی فرصت کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ بہر حال اس قسم کے مشکلات درپیش ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے امید ہے دور کریگا۔ یہ اطلاع کافی سمجھ لی جاوے اور بار بار خط لکھ کر تکلیف نہ دی جاوے۔ کیونکہ خطوط کا جواب لکھنے کیواسطے ہی مجھے موقع اور فرصت نہیں ہے۔ مستطیع کی خدمات حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دارالامان سے غیر حاضری کیوجہ سے آپ کے ہمراہ دفتر پر منتقل ہوئی ہوئی ہیں۔

(ایڈیٹر)

امرتسر ڈویژن کا سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانجات

ہم نے الحکم کی بعض گذشتہ اشاعتوں میں اس امر پر زور دیا تھا کہ امرتسر ڈویژن کی اصلاح حالات اور درستی انتظام کو ملحوظ رکھ کر محکمہ ڈاکخانہ کی اعلیٰ اتھارٹیز کو مناسب ہے کہ موجودہ سپرنٹنڈنٹ جناب خلیفہ محمد فضل حسین صاحب کو اسی ڈویژن میں مستقل کر دیں یا کم از کم ایک معقول عرصہ تک انہیں اس ڈویژن میں رہنے دیا جاوے۔ چنانچہ ۱۳ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء کے الحکم میں خصوصیت کے ساتھ ہم نے اس سوال پر بحث کی ہے۔ الحکم کے پرچے حسب معمول ڈائرکٹر جنرل ڈاکخانجات ہند اور صاحب پوسٹماسٹر جنرل پنجاب کی خدمت میں دفتر الحکم سے خاص حیثیت کے ساتھ توجہ کیلئے بھیجے گئے تھے اور ہمیں انتظار تھا کہ اس پر توجہ کیا جاتا ہے آج ہم خوشی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ محکمہ

...ورک کا اعلیٰ افسرون نے صرف خلیفہ صاحب
سپرنٹنڈنٹی کے عہدہ پر ہی منتقل فرمایا ہے بلکہ
اس قسمت ڈویژن مین اکثر کی […] سے ہوئے
منتقل کر دیا گیا ہے ہم اس تقرری پر خلیفہ صاحب
کو تو خیر مبارکباد دیتے ہی ہین مگر دراصل امر
ہمارے لئے سب سے زیادہ مسرت اور مبارکباد
کا باعث ہے کہ ہماری تحریر رائیگان نہین گئی
ہے وہ شنوائی ہوئی اور اس پر مناسب ایکشن
لیا گیا۔

خلیفہ صاحب اپنے فرائض کو خوب سمجھتے ہین
انہون نے اس سے پیشتر بھی جاری ان […]
یہ جو اس ڈویژن کے متعلق اصلاح امور مین
کبھی ہین نوٹس لیا ہے اور آئندہ بھی ہم اونکی
ذات سے توقع کرتے ہین کہ وہ بہت کچھ اصلاحین
کرین گے۔ اور ہماری ان تحریرون کو جو ڈاک
خانہ کے متعلق نکل رہی ہین پورے غور سے
دیکھین گے

مدرسہ تعلیم الاسلام کی موجودہ ضرورت

الحکم کی گذشتہ اشاعت مین حضرت مولانا
مولوی عبد الکریم صاحب نے مدرسہ تعلیم الاسلام کی
ایک خاص ضرورت کیطرف بخصوصہ توجہ […]
دلائی تھی اس پر برادرم منشی عبد العزیز صاحب
کی چٹھی کسی دوسری جگہ درج کی گئی ہے
ابھی تک اس چٹھی کی اشاعت کا موقع نہین
ملا۔ تاہم مین جو شکر گزار ہون کہ انہون نے مدرسہ کی اس
ضرورت کو محسوس کیا ہے اور اس کے لئے
وہ قوم بھی ہین ان کی رسید ذیل مین دیجاتی
ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ منشی محمد عبد العزیز
صاحب کی تجویز پر اگر عمل درآمد ہو گیا اور
[…] نے اس اپیل کو بالنور […] کے
[…] سمجھ لیا تاکہ اپنی جگہ وہ قوم بھی
[…] یہ اپیل مدرسہ کی کسی ایک جنس بالذات
ضرور ہی ہے اپنا مفید اثر ڈالے گی۔
اب ہم بغیر کسی مزید تمہید یا تحریک کے رسید دیتے ہین

جناب شیخ رحمت اللہ صاحب لاہور — کلمہ روپیہ عہ
ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب — عہ
منشی عبد العزیز صاحب ہیڈماسٹر […] — مہ
منشی محمد اسماعیل صاحب ہیڈماسٹر […] — عہ
شیخ نور احمد صاحب پلیڈر […] آباد — عہ
میزان — ۱۲ عہ

بالمقابل […] ماہ […] مین […] ابھی […] کی کمی باقی ہے۔ […]

مذہبی تعلیم

عام مدارس مین جسطرح دنیوی تعلیم دیجاتی ہے اور جسکو
مذہبی رنگ چھو نہین جاتا ہر سوال سے اسکی بحث مباحثہ
ہو رہا ہے۔ گورنمنٹ کی پالیسی بالکل لامذہب ہے
اور ہندوستان مین مذہبون اور عقیدون کی وہ
کثرت ہے کہ اگر مذہبی تعلیم کا انتظام کیا جاوے تو دنیاوی
ہی برسرِ جاوے اس لئے تعلیم کے قانون یا ضوابط
اور قواعد مین دینیات کا کچھ ذکر نہین۔
جہانتک خیال ہو سب سے پہلے مشنریون نے اس بے
طریقِ تعلیم کی شکایت کی تھی اس بنا پر کہ اس مین
مذہب کا کچھ لحاظ نہین اس کے مسلمانون نے
یہ تحریک کی۔ اب ہندوستان کا تمام تعلیم یافتہ
طبقہ بلا لحاظ رنگ و روپ کے یہ صدا بلند کر رہا ہے
کہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کا بھی
انتظام کیا جاوے کیونکہ اس کی ضرورت بڑی قوی ہو رہی ہے کہ
جو سائنس اور علوم لڑکون کو پڑھائے جاتے ہین
ان کے اثر سے نوجوان طالب علمون کے دلون سے
پچھلے مذہبی خیالات تو مٹ جاتے ہین اور ان کی بجائے
کوئی نیا مذہبی خیال جاگزین نہین ہوتا۔ اس کا
آخر یہ نتیجہ ہے کہ جو لوگ استادون کو مثل باپ کے
سمجھتے تھے اور باپ کو خدا کے دوسرے درجہ
پر تصور کرتے تھے وہ لوگ جو سچائی اور نیکوئی
اور وضعداری وراثتاً اختیار رکھتے تھے ان
کی اولاد اس نئی تعلیم کی بدولت بزرگون کا
لحاظ کرتی ہے نہ […] مین […] کرتی ہے
نہ اخلاق و ادب کی پابند ہے بلکہ برعکس آزادی
پر فخر کرتی ہے۔ تہذیبِ اخلاق کے یہ معنی ہین
کہ آدمی اپنے نفس کو تحفظ کرے اور کچھ باتین
جن سے نفس گریز کرتا ہے۔ وہ عزیزون کی دلداری
کے لئے اختیار کرے اور اگر اس کے خلاف
نفس کی کے احکام مانین اور اسکو آزادی کو
موہوم کرین تو ہم نفس سمجھ سکتے کہ ایسے آزاد
انسان مین اور اس حیوان مین کیا فرق ہے جو
بالکل اپنی مرضی کا تابع ہے جب چاہتا ہو لات
مار […] ہے […] چلا دیتا ہو اور انجام […]
کو کچھ خیال نہین کرتا۔

مذہب کو ہمارے حاملان شریعت یا دوسرے
قومون کے مذہبی پیشوا چاہے کتنا ہی الگ
رکھین۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذہب کا سب سے
پہلا کام انسان کی دنیاوی زندگی کو ترکیہ
اور تصفیہ ہے بلکہ شاید اگر یہ کہا جاوے کہ مذہب
کی علت غائی ہی یہ ہے کہ وہ انسانی زندگی کے
تمام مدارج اور تمام قالبو کو جلا دے اور انسان
کو بھی آسائش و سکھ خوشی حاصل کرنے مین
مدد دے تو ہرگز بیجا نہ ہو گا۔ دنیا کو کسی مذہب
کی شریعت اٹھا کر دیکھو اصول کی باتین سب ہی
ایک ہی ہین۔ خاصکر جہانتک کہ اخلاق و خلق
ہے البتہ عبادت کے طریقے یا مذہبی رسوم ادا
کرنے کے راستے ضرور مختلف ہون گے اگر ان
باہم اشتراک کر زندگی بسر کرنیکی خاصیت نہ ہو تو کچھ
تو اخلاق کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی۔ اس سے
نتیجہ نکلتا ہے کہ صرف احتیاج مندی کی وجہ سے
خلیق ہونا چاہئے۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہین
کہ خلق اور تواضع دوسرے کے لئے اسقدر
مفید نہین جسقدر کہ اپنے لئے مفید ہے۔ اخلاق
کا سنگ بنیاد ادب ہے۔ یہ سب سے پہلی صفت ہے
جو انسان کو سیکھنی چاہئے کیونکہ طفولیت مین
اس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور آئندہ
زندگی مین یہ صفت برابر انسان کی رہنمائی کرتی
ہے اور آخر تک ساتھ دیتی ہے۔ جوان ہو کر
جب برابر کے لوگون سے ملتے ہین اور ان سے محبت
کرتے ہین یا ان کی عزت کرتے ہین یا بوڑھے
جب چھوٹون سے شفقت اور جان نثاری سے پیش
آتے ہین۔ تب بھی اسی صفت کا اثر ہوتا ہے اور
یہی وجہ ہے کہ ہر شریعت مین ادب کی سخت تاکید
کی ہے۔ مسلمانون کے یہان یہ بتایا گیا ہے کہ
خدا کے بعد اگر کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو وہ والدین
ہین گویا بچپن ہی سے ادب کی تاکید کی گئی ہے۔ جب
طفولیت کا زمانہ ختم ہوتا ہے اور تعلیم کا زمانہ آتا
ہے تو ضرورت ہوتی ہے کہ والدین سے الگ ہو کر
ایک غیر جگہ جائین۔ جہان استاد یا معلم کی حکومت
ہوتی ہے اس لئے مذہب تاکید کرتا ہے کہ استاد
کو مثل باپ کے سمجھین جس سے یہ مطلب ہے کہ جو
ادب بچپن مین والدین کے ساتھ رہکر حاصل
کیا ہے وہ ضائع نہ ہو جائے۔ بچپن کی عادتین
پختہ نہین ہوتین۔ اگر ادب والدین ہی کے مقابلہ
مین لازم قرار دیا جاتا اور استاد کے پاس
رہکر ادب کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو یہ ادب
بالکل بھولجاتا۔ تعلیم کے طویل زمانہ مین یہ عادت
پوری طرح پختہ ہو جاتی ہے بلکہ طبیعتِ ثانی
بنجاتی ہے اور پھر آخر تک اس کو مٹنے کا کچھ
کھٹکا نہین رہتا۔ غور سے دیکھو تو استاد کا ادب
باپ سے زیادہ کرنا چاہئے یعنی یہ کہ تعلیم کے زمانہ
مین ادب کرنے کی عادت کو راسخ کر سکنے مین
اور عادتون کو راسخ ہونیکا یہی زمانہ ہے
یہ ایک عجب بات ہے کہ والدین خاصکر استاد
کی اتنی تعظیم کرنا کہ وہ خدا کی عبادت کے قریب
پہونچ جائے۔ خاص مشرقی قومون کی عادت
ہے اہل یورپ کو ہمیشہ اس بات کی شکایت رہتی ہے
کہ ان کے طالب علم استاد کا اتنا ادب نہین
کرتے۔ چنانچہ بہت عرصہ ہوا مشنریون(?) نے
اسی مضمون پر ایک عمدہ آرٹیکل میگزین مین لکھا
تھا لیکن ہم کو افسوس ہے کہ ہمارے نوجوانون نے
ایشیائی اخلاق اور ایشیائی آداب کا […] لباس
اتارتے وقت ادب کی پگڑی بھی سر سے اتار دی
ہے۔ مدرسون اور کالجون کے کمرون مین جس
طرح استاد سے یہ لوگ پیش آتے ہین خدا کسی
بے تکلف دوست کو بھی نہ سمجھتے ہونگے۔ ان
کی نظر مین استاد کی کسی بات کی وقعت نہین ہوتی
اور اسی لئے تعلیم کا اثر اخلاق پر کچھ نہین
ہوتا۔ اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ مذہب کی زبان
مین ادب کی تاکید نہین کی جاتی بلکہ فلسفہ […]
پر سکھائی جاتی ہے جس کا اثر کچھ نہین ہوتا اور اگر
ہوتا بھی ہے تو ایسا کہ جیسا […] مین […]
ایسا مصنوعی اخلاق عملی زندگی کے بہت تھوڑے
سے صدمے سے مٹ جاتا ہے اور انسان اونچے نیچے
ہونے سے پہلے بداخلاقیون کا پتلا بن جاتا ہے
تعلیم یافتہ نوجوانون مین مذہب کیطرف
سے جو […] آج […] اور […] محسوس
ہوتی ہے ہمارے اسلاف اسکو یورپین اور
انگلش لٹریچر کیطرف منسوب کیا کرتے تھے
اس کا فیصلہ قطعی بہت مشکل ہے لیکن اس مین
شک نہین کہ لٹریچر قوم کے خصائل کی عکسی تصویر
ہے اور یورپ کی خصلت کی آج یہ حالت ہے
کہ قریب قریب یونیورسٹیون مین دینیات کو
نصابِ تعلیم سے خارج کر دیا ہے فرانس اور
جرمنی کے اعلیٰ تعلیم گاہون مین اسکی کچھ وقعت
نہین انگلستان کی کیمبرج اور اسفورڈ یونیورسٹیون
مین دینیات کا مضمون لازمی نہین۔ یہان تک
کہ اگر کوئی نابالغ طالب علم اپنے ولی کا سرٹیفکٹ
پیش کرے تو اوس کو گرجا کی حاضری معاف
کی جاتی ہے۔ البتہ اڈنبرگ کی یونیورسٹیون
مین ابھی تک سینٹ انڈریو کا […] جان ناکس
کے نام کی عزت کرتا ہے اور یہان دینیات
کو لازمی سمجھتے ہین یورپ کی اس درجہ بے
توجہی دیکھکر ہر کو ایک لحاظ سے بہت تعجب ہوتا
ہے اگر ہم کسی وقت […] مثلاً انگلستان
فرانس جرمن کی کانسٹیٹیوشنل تاریخ پڑھیں
اور دیکھیں کہ اس کی گورنمنٹ اور سوسائٹی نے
کیونکر رفتہ رفتہ ترقی کر کے موجودہ حالت حاصل کیا ہے
تو ہمین معلوم ہوگا کہ ہر ملک کی کانسٹیٹیوشن
کی بنیاد یونان اور روم کی کانسٹیٹیوشن پر
منحصر ہے اور جب یونانیون اور رومیون
کی تاریخ پڑھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر
کوئی قوم دنیا مین اس سے زیادہ مذہبی رنگ
مین ڈوبی ہوئی تھی تو وہ قدیم مصری تھے۔ ورنہ
یورپ مین یونانیون سے زیادہ کوئی قوم
مذہبی نہ تھی۔ ہمارے نزدیک یورپ اندلس کے
عربی فلاسفرون کی تصانیف سے متعلق ہوا
تثلیث کے قائل ہو کر ابن رشد قرطبی اندلسی
کے رسائل متعلق "ہمہ اوست" […] آئے
اور اسکولون کے قلوب متحرک ہو کر […] دینی
کی طرف مائل ہو گئے۔ اس کی نسبت ہم آئندہ
نمبر مین بحث کرین گے۔

(نیر آصفی مدراس)

تناسخ کا رد ۱

قاعدہ ہے جسوقت ترقی کا آفتاب کسی ملک زمین پر اپنے جوہر دکہاتا ہوا چمکتا ہو اسوقت ملک میں پہیلنے والی روشنی دماغون سے عقل پر پہنے تہہ پردے اسیطرح اٹہا دیتی ہے جسطرح دہوپ ان تیرگی کے کالے کالے دہوئون دشا دیتی ہے جو رات کے عالم پر چہائی ہوئے ... جہالت کی تاریکی سے لڑتے ہوئے نقشے نظر سے جاسکتے ہین۔ لیکن افسوس تجربہ نے ثابت کر دیا کہ اس آفتاب کی روشنی سے صرف وہی آنکہین فائدہ اوٹہا سکتی ہین جنکی بینش کا دایرہ وسیع اور جنکی دانش کا پایہ بلند ہو یا دوسرے لفظون مین اس عقلمند کی آنکہین جس کو بہلائی برائی مین تمیز اور نیک و بد مین امتیاز ہو مگر الو کی نسبت جو کہ ہر آنکہہ ترقی کے چمکتے ہوئے آفتاب اور علم کی پہیلی ہوئی روشنی سے ویسے ہی بے فیض ہے۔ جیسے فی زمانہ ان اریون کی وہ کم بین آنکہین جو پر تعصب اور جہالت کا جالا چہایا ہوا ہے جو آنکہ بند نہین دیتا کہ دنیا مین کیا کچہ جہان مین ہو چکا اور کیا روز بروز ہوتی جاتی ہے وہ آنکہین بند کئے دن رات اسی گورکہ دہندے مین گرفتہ ہین۔ دیکہئے اب کی مرتبہ گدہے کا جنم ہوا ہے یا الو کا۔ ان کے خیالات کی اداگون وکیہ کی فرضی اور وہمی اداگون کے نقشے ان کی آنکہون کے سامنے کہینچ کر اون کو مسخ بنا رہے ہین اور اکا خدا اون کو گدہے بیل بنانے کی دہمکیان دیکر اس جادوگر کا پارٹ کر رہا ہے جسکو ہم حضرت موسی کے سامنے اور سامری کی حیثیت مین کہڑا ہوا پاتے ہین۔ ان کے سب سے بڑے مذہبی انگمبر کا قلم ثبوت تناسخ کے وسیع اسٹیج پر بیکار کہڑا رہ گیا ہے۔

وہ مسئلہ اداگون کے رو سے دو قسم کے جسم مانتے ہین ایک کرم جونی دوسرے بہوگ جونی۔ کرم جونی مین کام کئے جاتے ہین بہوگ جونی مین کرمون کی سزا بہگتنی پڑتی ہے۔ جس جسم مین بہلے کی طاقت اور نیک و بد کی تمیز دیگئی ہو وہ کرم جونی اور جس جسم مین نہین دیگئی وہ بہوگ جونی ہے۔ اس لحاظ سے انسان کرم جونی اور باقی بہوگ جونی ہین۔ چونکہ حیوان بہوگ جونی ہین وہ نیک

ماہر کام نہین کرسکتے۔ جسطرح جیلخانہ کو قیدی کو سزا کی میعاد گذار دینے کے بعد حیوانی قالب سے رہائی ہوتی ہے اور وہ پہر جس درجہ جسمانی سے تنزل ہوا تہا اسی درجہ مین انتقال کیا جاتا ہے حیوانی قالب کی نزاع اعمال سے نہین ۱

اسنے مذہبی الو کہے بیل کو ڈ بنانے والے مکان یا آریون کے خدا واقعی تو نے تعزیرین نرالی رفارم پیدا کی۔ اب آپ سے جنکو تیرے ذلیل یقین آ رہے ظالم اور جابر کہینگے۔ لیکن ہم انکو اسطرف توجہ دلاتے ہین کہ جب انسانی جامہ کرم جونی قرار پائی اور بہوگ جونی کو نیک و بد کا اس پر کچہ اثر نہ رہا۔ پہر بہی اگر پیدائشی اندہے بہرے لنگڑے پیدا ہون تو بیشک ان کا اپنی خدا اپنے من گہڑت قوانین کا پابند نہین بلکہ وہ ایک ظالم بادشاہ ہے جس نے قوانین بنائے پس ایسے ظالم خدا کو چہوڑکر اس خدا کے آگے سر جہکانا چاہئے جو کہ ظالم نہین جابر نہین جادو نہین بلکہ تمام مخلوق کا خالق ہے معبود ہے قادر ہے جس کی قانون قدرت کو آگے چہوٹے بڑے سب ایک سے ہین۔ ان کی حالتون کا تفاوت اور انکی نوع کی تفریق اسکی قدرت اور صنعت کے ان گنت نمونے ہین جن پر اہل بصیرت کی آنکہین انگلی دل کیطرح مفتون ہو کر اس ایک صانع اکل اور قادر مطلق کیطرف لگی ہوئی ہین جو اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق کو صبح و شام رزق دیتا ہے پالتا ہے پرورش کرتا ہے اور پہر ایک محبت کی اپنی طرف کہینچ بلاتا ہے۔ (نامہ نگار از سہروردی)

(بقیہ حاشیہ کالم اول) اندہے ہوئے جو خطا ہو گی اسکی سزا ملنا ہی نہین چاہئے کیونکہ یہ سب کام اس بہوگ یونی مین ہوئے ہین اور اندہا پن اس کے بہوگ یونی ہونیکا بدیہی ثبوت ہے ویسے ہی ہم دیکہتے ہین کہ بندر طوطی مینا وغیرہ جانورون مین نیک و بد سمجہنے عقل حرص چوری زنا دکہنی جلہ جرائم حیوانات مین موجود ہین اور جب ان کو تعلیم دی جاتی ہے تو وہ اس تعلیم کے موافق عمل کرنے لگ جاتے ہین اس اعتبار سے جسکو پنڈت صاحب نے بہوگ یونی خیال کیا ہے بہوگ یونی نہین۔ فہم و تمیز پائے جانے کے سبب کرم یونی ہے اسکی بہی سزا انکو ملنی چاہئے۔ بندر ریچہ طوطا وغیرہ حیوانات اکثر بہی نوع اور انسان وغیرہ کے ساتہ احسان کرتے ہین بیشک ان کو اس کا نیک ثمر ملنا چاہئے اور ان کا قالب حیوانی بہوگ یونی نہین ہو سکتا بلکہ کرم یونی ہی ہے آپ کی تقسیم ہی صحیح نہین۔

۱ جیل کی تمثیل صحیح نہین سبب یہ کہ جس قالب مین جرم کیا اسی قالب سمیت وہ جیل مین سزا پاتا ہے وہ وہم جیل کے عمل پر بہی سزا ہے جو قیدی جیل مین شرارت سے باز نہ آئے اسکو جیل مین بہی سزا ملتی ہے اور نیک چلن کو تخفیف دی جاتی یعنی محض قید سے اسکا وقت پورا کیا جاتا ہے

رد تناسخ ۲

مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوانات اور نباتات کی زندگی کے درمیان ایک نہایت متعجب خیز مشابہت موجود ہے کہ یہی روح حیوان تناسخ کے طریق سے شجر و نباتات مین منتقل ہوتی ہے یا اہل اسلام کیطرح حق پر آجاینگے اور صدق دل سے جان لینگے کہ انسانی روح کسی قالب مین منتقل نہین ہوتی بلکہ نباتات کی طرح خدائی فیضان سے مدارج اعلے دارج جو کہ اوس کی ذات کیلئے بہتر و مناسب خدا نے مقدر کئے ہین حاصل کرتی ہے۔

جسطرح انسان و حیوان کے بدن مین ایک قوت مدبرہ ہے جو کہ مضر اشیاء و ردی اسباب کو جسم سے خارج کرتی اور جرح و زخم کو بہرتی اور غذا کو جزو بدن بناتی ہے ویسے ہی نباتات مین بہی ایک قوت ہے جو درخت کے جسم سے مضر اشیاء اور ردی اسباب کو خارج کرتی اور چوٹ تہیس زخمون کو بہرتی اور غذا ارضی و ہوائی وشمسی کو درخت کے جسم کے جزو بناتی ہے جسطرح انسان کے پہیپہڑے مین سے خراب ہوا نکلتی اور دوسرے کی مضرت کا باعث ہوتی ہے ویسے ہی درخت کے جسم سے کاربونک ایسڈ نکلتی ہے۔ اسی واسطے رات کے وقت درخت کے نیچے سونے سے منع کرتے ہین کہ رات بہر درخت کے سانس لینے کا ربونک ہوا خراب کہ اس کے جسم سے خارج ہوتی ہے جو حیوان مین داخل کرلے اور مشاہدہ سے ہی ثابت ہوا کہ جسطرح انسان

(بقیہ حاشیہ کالم دوم) اور اکثر کو دوسرے کی اہل سے چہوڑ دیتے ہین پیارے مبشور کی جناب مین اپیل کی سماعت نہین اور تمثیل غلط ہونیکو علاوہ قیدی جانتا ہے کہ مین فلان جرم کی سزا پا رہا ہوتی اور یہ حیوانی قالب فرضی قیدی با لکل نہین جانتا کہ مین قیدی یا فلان جرم کی بابت گرفتار ہون بلکہ خوشیان مناتا اور جون چہوٹنے یعنی مرنے کو نا پسند کرتا موت سے بہاگتا اور جان چہپاتا ہے۔

پنڈت جی کی رائے غلط ہے اگر یا وانش عمل ہو تو اس تناسخ کے رو سے جسکو وہ مانتے ہین ہر قالب مین جاکر روح کو دوسری سزا کا مستحق ہونا چاہئے کیونکہ حیوانات مین پیدا ہو کر ان کی حالت سے زیادہ تر خوشیان مناتا مزے اڑاتا نفسانی شہوانی حظ اٹہاتا ہے اور نفسانی خواہش کے روکنے سے انسان سے زیادہ خطا اور دشمن جان ناصح ہوتا ہے تمثیل کے طور پر جیسے سپرنٹنڈنٹ صاحب مدولی کے بیان کا اخلاق ذرا سا سونگہ لیجئے اور کوئی چیز کہایئے اور طرحی

کے لئے دن معیشت اور رات آرام کی ہے ویسے ہی درخت کیلئے بہی دن روشنی اور ہوا سے روزی کی تلاش کا وقت اور رات وقت آرام ہے۔ چنانچہ نباتات سوتی ہی ہے اور جاگتی بہی۔ لباس کی بابت نباتات حیوانات سے کم نہین جسطرح مور چکہ سنوارتا اور بن مین اپنی زیب و زینت پر اتراتا اور ناچتا ہے اسیطرح موسم بہار مین نباتات بہی طرح طرح کے سبز و سرخ لباس پہنتی اور انواع و اقسام کی شاخین نکالتی اور میوون کے ہار اور بیلون کی بہار کے جوبن دکہا دکہا باغ مین اتراتی ہے نباتات بہی مثل حیوانات کی نر و مادہ مین فارسنا الریاح لواقح ہوا کے ذریعہ نر درخت کا اثر مادہ پر موثر ہو جاتا ہے۔

درختون کا بہار پر آنا ان کا شباب کی مستی جسطرح بچے بچے سے نمو ہوتی ہے اسیطرح درخت کا سونا جاگنا بیمار ہونا تندرستی وغیرہ بہی نباتات کی شاخون وغیرہ سے معلوم ہو جاتی ہے۔ جسوقت آسمان پر ابر آتا ہے درخت اور جہمنے لگتا ہے اور جسوقت برستا ہے درخت سو جاتے ہین از ہر مطلع صاف ہوا اور ہرا آنکہ کہلی۔ بعض درخت رات بہر اور بعض بارش بہر پتے بند کر لیتے اور شاخین جہکا لیتے ہین جسطرح کہ لڑکے مرغی بچون کے غم مین پڑ جاتی ہے وہ مضمحل سے نظر آتے ہین مگر دہوپ کہلنے کے ساتہ ہی وہ مجنون کیطرح خود بخود کہل جاتے ہین اور جیسے میوے پرندون کیطرح خوش و خرم لہلہاتے نہایت معلوم ہوتے ہین اور بارش اور شب کے وقت نباتات کے سکڑنے یعنے پتون کو بند کر لینے کی وجہ سبب ہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اپنی اندرونی حرارت غریزی کی حفاظت کرتی ہے مبادا کہ وہ اندرونی رطوبت کے ساتہ بہاپ بن کر اڑ جائے اور اسکی تباہی کا باعث ہو۔ (باقی ہے)

(بقیہ حاشیہ کالم سوم) اکو حصہ نہ دیجئے پہر دیکہئے وہ اپنے مربی کو اوبی ہی اور بی ای کہکر پکارتا ہے اور اگر مربی نے اعادہ نہ دی تو کہیں کہیں معلوم ہین ستاتا اور غصہ پر غصہ لاتا ہے۔

اسی پر تمام حیوانات کو خیال فرمائیے اور تناسخ کا فرضی وہمی ڈہکوسلا ہی کو ہو لا کیجئے بہوگ یونی کی بہار عیش اور آزادانہ زندگی کرم یونی مین نہین اس عیش کدہ اور آرام گاہ کو جیل و مظالم خانہ سمجہنا دن کو رات کہنا ہے اور کی ناانصافی ہے البتہ کرم یونی کے دکہون کو دیکہکر اگر کوئی کہے کہ کوئی سانڈ یا گہوڑا یا گدہا یا بیل بہوگ یونی کی کرنی کا پہل بہوگنے کیلئے کرم یونی مین پیدا ہوا ہے انسان بنا ہو تو قدرے ممکن ہی ہے کہ بیچارہ اس مین کوئی کہ انسان کیسا ہی بلند درجہ کا ہو پہر کہین نہ کہین کسی دکہ مین مبتلا ہوتا اور شب کی وہ پہر کر رہ جاتا ہے

بہر دانائی حسرت دنیا دیدم
جون بہ انگندہ گبر و مسلمان زنتم (ایڈیٹر)

دیکہو بحث تناسخ صفحہ ۱۹۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح اور دونو میں سے افضل کون ہے!

سو واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور بزرگی صاف طور پر ثابت ہے اور کسی انصاف پسند آدمی کو ہماری تحقیق سے انکار نہیں ہو سکتا لیکن ہمارا اصل مدعا یہ ہے کہ حضرت مسیح ایک درویش سیرت اور بے زن و فرزند مجرد آدمی تھے اور عباد اللہ کے ان حقوق سے جو انسان کو متاہل ہونے کے بعد معلوم ہوتے ہیں محض ناواقف تھے اسی لئے انکی تعلیم میں کمال نقص اور خامی پائی جاتی ہے۔ ایک جگہ وہ فرماتے ہیں کہ کل کی فکر نہ کرو کیونکہ کل اپنی چیزوں کی آپ ہی فکر کرلیگا (دیکھو متی ۶/۳۴) اب اگر بنی نوع انسان اس حکم کی٭ پیروی کرتے تو آج دنیا میں سوائے تہیدستی اور فاقہ مستی کے اور کچھ نہ ہوتا اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسی تعلیم سے دنیا کا انتظام کیونکر چل سکتا ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح کی تعلیم بالکل ناقص اور ناتمام تھی۔ اور وہ قوانین تمدن و سیاست سے محض ناواقف تھے اور انکی تعلیم معاشرت سے بالکل خالی تھی۔ پس اسلئے ضرور ہوا کہ ایک کامل انسان جو دنیا کی تمام نشیب و فراز اور حقوق عباد اور معاش و معاد کے جملہ قوانین اور قواعد اور ایمان و عرفان کے تمام مراتب و مدارج سے پورا واقف ہو آخری زمانہ میں سب نقصانوں کے پورا کرنے اور تمام شرائع کی تکمیل کیلئے بھیجا جائے۔ اسی کی طرف حضرت مسیح نے انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ و ۱۳ میں اشارہ کیا ہے کہ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دیگی۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے اپنی تعلیم کو ناقص اور ناتمکمل کہا اور اور یہ بتلایا کہ میرے بعد آنیوالا یعنے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامل شریعت کا مالک ہوگا اور تمام سچائی کی راہوں کا رہنما اور بنی نوع انسان کی تمام ضرورتوں کا متکفل اور تمام نقصانوں کا پورا کرنیوالا ہوگا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اسکی تعلیم میری تعلیم سے اکمل اور اتم ہوگی۔ کیونکہ وہ ساری سچائی کی راہ یعنی شریعت کاملہ لیکر آئیگا اور کامل ات۔ اور کامل معلم ہوگا۔ اور میں اسکی نسبت ناقص اور کمزور ہوں کیونکہ میں ساری سچائی کی راہ تمہیں نہیں بتا سکا۔

پس حضرت مسیح کے اس عاجزانہ صاف اقرار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ اور افضل ہونا ثابت ہوگیا اور اسی باب ۱۶ کی آیات ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ میں حضرت مسیح یوں فرماتے ہیں۔ "لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آئیگا پھر اگر میں جاؤں تو میں اسے تم پاس بھیجدونگا اور وہ آکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھیرائیگا گناہ سے اسلئے کہ وے مجھپر ایمان نہ لائے۔ راستی سے اسلئے کہ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھوگے۔ عدالت سے اسلئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔"

ان آیات مندرجہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے کامل طور پر اپنے حواریوں کی تسلی نہیں فرمائی بلکہ انکو ایک اور کامل تسلی دہندہ کی امید دلائی اور یہ جتلادیا کہ میں تسلی دینے والا یعنے کامل شفیع نہیں ہوں۔ بلکہ میرے بعد ایک اولوالعزم نبی آنیوالا ہے جسکی تعلیم میری تعلیم سے کامل اور اسکی شفاعت تمام گنہگاروں کی مغفرت کا اعلیٰ وسیلہ ہوگی اور وہ بے ایمان یہودیوں کو جو مجھپر ایمان نہیں لائے ان کے اس گناہ اور بے ایمانی کے باعث تقصیروار ٹھیرائیگا اور میرے منجانب اللہ اور کلمۃ اللہ ہونیکی راستی اور صداقت کو دنیا پر ظاہر کریگا اور میرے مخالفوں کو میری راستی کے باعث جھوٹا ثابت کریگا اور یہ ظاہر کردیگا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا پر آیا اور پھر اسی کیطرف چلا گیا ہوں اور جو شیطان کی اطاعت اختیار کرینگے۔ ان کو عدالت یعنے خدا تعالیٰ کی شریعت سے مجرم ٹھیرائیگا۔ پس ان تمام باتوں کو آنحضرت صلعم نے پورا کیا۔ یعنے حضرت مسیح کے مخالف بے ایمان یہودیوں کو ان کے کفر اور گناہ کے باعث تقصیروار اور جھوٹے ٹھیرایا اور حضرت مسیح کا منجانب اللہ اور ایک راستباز نبی ہونا اور دنیائے فانی سے متوفی ہوکر ہمیشہ کیلئے مرفوع الی اللہ ہونا تمام جہان پر ثابت کردیا اور شیطان کے تابعداروں کو ابد الآباد کیلئے شریعت کی عدالت سے تقصیروار ٹھیرایا اور کفارہ کے گندے اور ناپاک مسئلہ سے دنیا کو نجات بخشکر نیک اعمال اور توبہ کی طرف سب کو توجہ دلائی اور پھر جب آیت ۱۴/۱۶ کہ وہ میری بزرگی کریگا آنحضرت صلعم نے حضرت مسیح کی بہت بزرگی کی اور آپکی دنیا میں عزت قائم کردی۔ پس ان آیات سے حضرت مسیح کا اپنی طہارت اور عزت کیلئے اور اپنے اتباع کی کامل تسلی اور کامل ایمان کیلئے آنحضرت صلعم کیطرف بہت بڑا احتیاج ثابت ہوتا ہے اور یہی آنحضرت صلعم کی فضیلت خاصہ کی دلیل ہے اور انجیل مرقس ۱ باب ۷، ۸ میں ہے کہ یوحنا منادی کرتا تھا کہ میرے پیچھے ایک مجھ سے زور آور آتا ہے اور میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔ میں نے تمہیں پانی سے بپتسمہ دیا۔ پر وہ روح القدس سے بپتسمہ دیگا۔ اور انہیں دنوں میں ایسا ہوا کہ یسوع گلیل کے ناصرت سے آکے یردن میں یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا۔

ان آیات سے ہویدا ہے کہ یہ پیشینگوئی حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے اور باقرار یوحنا یعنی یحیٰ بن زکریا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں کیونکہ یوحنا خود کہتا ہے کہ میں اس لائق نہیں کہ جھک کے اسکی جوتیوں کا تسمہ کھولوں یعنی وہ مجھ سے زبردست اور زور آور معظم ہے اور میں اسقدر بھی نہیں کہ اسکی ادنےٰ خدمت بجا لاسکوں کیونکہ مجھ میں اور اس میں ایک فرق یہ ہے کہ میں نے تمہیں صرف پانی سے بپتسمہ دیا پر وہ تمہیں روح القدس یعنی وحی پاک قرآن کریم سے بپتسمہ دیگا چنانچہ قرآن کریم کی آیہ کریمہ **صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ونحن لہ عابدون** اسی بپتسمہ کیطرف اشارہ کرتی ہے جسکی تشریح حضرت یوحنا نبی نے اپنی اس پیشگوئی میں کی۔ یعنی اللہ کا اصطباغ اور اللہ کے اصطباغ سے کسکا اصطباغ یعنی بپتسمہ بہتر ہے اور ہم تو خاص اسی کی عبادت کرنیوالے ہیں۔

اور اس پیشگوئی کی خصوصیت آنحضرت صلعم کے ساتھ یہ ہے کہ حضرت مسیح یوحنا کے پیچھے نہیں آئے بلکہ اسوقت موجود تھے اور نہ یوحنا کے معاصر بلکہ شاگرد تھے۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ یسوع نے ناصرت گلیل سے آکر یردن میں یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا پس حضرت مسیح بوجہ شاگردی حضرت یوحنا یعنی یحیٰ علیہ السلام کے ان سے افضل ہی نہیں ہو سکتے اور نہ بعد میں آنیوالے ہیں پس یہ پیشگوئی مختص بخاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی اور اس سے فضیلت حضور علیہ السلام کی بوجہ اتم و اکمل ثابت ہوئی

اور پھر تو لکھا ہے کہ تب یسوع جلیل سے یردن کے کنارے یوحنا پاس آیا کہ اس سے بپتسمہ پاوے لیکن یوحنا نے یہ کہکے اسے منع کیا اور کہا کہ میں تجھ سے بپتسمہ پانیکا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے۔ متی ۳ باب۔ یہ بیان اور یوحنا کا وہ قول کہ کیا تو آنیوالا تھا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں متی ۱۱ باب باہم متعارض ہیں کیونکہ انجیل متی سے ثابت ہوتا ہے کہ جب مسیح یوحنا سے بپتسمہ پانیکے لئے ناصرت جلیل سے یردن میں آیا۔ اسوقت یوحنا نے یہ اقرار کیا کہ میں تجھ سے بپتسمہ پانیکا محتاج ہوں۔ اسکو کہا اور پھر اسی انجیل میں یہ لکھا ہے کہ یوحنا نے اپنی گرفتاری کے بعد قید کی حالت میں جبکہ یسوع جلیل کو چلا گیا تھا اپنے دو شاگرد دونکو مسیح کے پاس بھیجکر پچھوا کر کیا جو آنیوالا تھا تو ہی ہے۔ یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں۔ دیکھو متی ۱۱ باب ۳

پس اگر یوحنا کو مسیح کو بپتسمہ دینے کے وقت اس بات کا علم ہوتا کہ یہی مسیح ہے اور مجھ سے افضل ہے تو پھر جیل میں بیٹھ کر دو شاگردوں کی معرفت اس سے یہ کیوں پچھوا بھیجتا کہ کیا جو آنیوالا تھا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں۔ اس اختلاف سے پایا جاتا ہے کہ کسی کا ایک بیان ضرور غلط ہے خواہ پہلا خواہ پچھلا اور بصورت تعارض دونو بیان ساقط الاعتبار ٹھیرتے ہیں پس اس تناقض اور تعارض کیوجہ سے یوحنا والی پیشگوئی کا خاتم الانبیاء کے ساتھ اختصاص اور بھی بوضاحت ثابت ہوگیا۔

اور دوسری گواہی حضرت یوحنا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وہ ہے کہ اس نے یہودیوں کے جواب و سوال میں اپنے موعود نبی ہونے سے انکار کیا۔ یعنی وہ نبی جس کی توریت میں موسیٰ نے خبر دی تھی۔ اور یہودیوں کو بر طبق پیشگوئی علاوہ مسیح کے اس موعود نبی کی انتظار رہتی تھی۔ اور وہ یہہ ہے۔ اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون کیا تو الیاس ہے اس نے کہا میں نہیں ہوں پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ تب انہوں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے تاکہ ہم انہیں جنہوں نے ہم کو بھیجا کوئی جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں جیسا کہ یسعیاہ نبی نے کہا۔ بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو درست کرو۔ اور یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے اور انہوں نے اس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ الیاس اور نہ وہ نبی۔ پس کیوں بپتسمہ دیتا ہے۔ یوحنا باب ۱ آیت ۲۰ سے ۲۵ تک۔

ان آیات سے بصراحت ثابت ہے کہ یہودیوں کو ایک بڑے اولوالعزم نبی کی انتظار رہتی تھی اور وہ اس موعود نبی کو سوائے الیاس کے علیحدہ آنیوالا جانتے تھے۔ اور وہ نبی کہکر اسے تعبیر کرتے تھے اور اسکی نسبت یوحنا نے انکار کیا کہ میں وہ نہیں ہوں اور نہ مسیح ہوں۔ تب وہ بارہ

٭ نوٹ کالم اول۔ قرآن کریم میں انکے برخلاف تعلیم ہے کہ **فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون**۔ سورہ جمعہ یعنے جب تم پورے طور پر عبادت الٰہی کے حقوق پورے کرچکو تو پھر زمین میں پھیل جاؤ اور خدا تعالیٰ کا فضل تلاش کرو یعنے روزی جائز اور حلال طریق سے مال پیدا کرنیکی کوشش کرو تاکہ تم نجات پاؤ یعنے اپنے سارے وقتوں کو کمائی اور دولت کو پیدا کرنے میں مت صرف کرو۔ مگر بقدر ضرورت پیدا کرکے پھر خدا تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ اسمیں تم فلاح اور برکت پاؤگے + پس یہ حسن معاشرت کامل اور پاک طریق ہے جس سے خدا تعالیٰ کے لازمی اور ہم

ہم واجب الادا حقوق کے ادا سے ہی سکینت بخشی حاصل ہوتی ہے اور دنیا جو عالم اسباب ہے اسکی ضرورتیں بھی پوری ہوتی جاتی ہیں۔

یہودیوں نے تاکیداً سوال کیا کہ اگر تو مسیح بھی نہیں اور الیاس بھی نہیں ہے۔ اور وہ نبی بھی نہیں ہے تو اور کون ہے پس اوس نے وہی جواب دیا کہ میں بیابان میں ایک پکارنیوالے کی آواز ہوں۔

پس بلاشک وہ نبی کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مخصوص ہوا۔ اور حضرت مسیح سے اس لفظ کو کچھ مناسبت نہیں کیونکہ یہود کو جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں علاوہ مسیح کے ایک اور اولوالعزم رسول کی انتظار تھی اور نبی سے وہ موسیٰ والی پیشگوئی کا موعود اور مبشر نبی مراد رکھتے تھے۔ مسیح اس پیشگوئی کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا پس بالضرور ثابت ہوا کہ یہ آنحضرت صلعم کے حق میں یوحنا کی مخصوص شہادت ہے۔

مدرسہ تعلیم الاسلام کو اب کیا ضرورت ہے؟

الحکم کی گذشتہ اشاعتوں میں حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے مدرسہ کی ایک تازہ اور اشد ضرورت کیلئے پانچسو روپیہ کی تحریک کی تھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت مولانا موصوف نے جن احباب کو خصوصیت کیساتھ متوجہ کیا تھا وہ توجہ کر رہے ہیں چنانچہ ذیل میں ہم اپنے محترم بہائی منشی عبدالعزیز صاحب ٹیلر ماسٹر میرٹھ کی ایک تحریر شائع کرتے ہیں جو اسی تجویز کی عملی تائید ہے۔ ماسٹر صاحب اور ہمارے بہائی منشی محمد اسمٰعیل صاحب ٹیلر ماسٹر میرٹھ دینی خدمات میں اپنے مال کو صرف کرنیمیں ہمیشہ خوشی اور لذت محسوس کیا کرتے ہیں اور کوئی ایسی تحریک نہیں ہوتی جسمیں یہ بزرگ بڑھکر حصہ نہیں لیتے۔ اللہ تعالیٰ انکو اس سے بھی بڑھکر خدمات دین کا موقع دے۔

ہم اب کسی زائد تمہید کے بدون منشی صاحب کا اصل خط جو انہوں نے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے نام بھیجا ہے شائع کرتے ہیں۔ امید ہے ہمارے وہ بزرگ احباب جن کو اس خط میں مخاطب کیا گیا ہے اس حسن ظن کو جو مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے اور پھر ہمارے محترم بہائی منشی محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنی مالی خدمات کو لحاظ سے انپر کیا ہے صحیح ثابت کر دکھائینگے اور اپنے اپنے حصہ کی رقم جلد تر بھیجکر مدرسہ تعلیم الاسلام کی اس موجودہ ضرورت کو رفع کر دینگے۔ خدا تعالیٰ انکو اور ساری ...... قوم کو توفیق دے۔ آمین

وہ تحریر یہ ہے

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان

کو ایک سخت ضرورت کا پیش آنا ہم ۲ مئی کی پرچہ الحکم میں ظاہر کرکے مبلغ پانچسو روپیہ کی ضرورت بتلائی گئی ہے چونکہ دینی خدمات کی اشاعت کا خاص ذریعہ آج یہی مدرسہ ہے اسلئے ہماری اپنی اس معتقدانہ جماعت خاصکر صاحبان ذیل سے استدعا ہے کہ فی الحال وہی ۱۵ صاحبان جنکے نام نیچے لکھے ہیں اگر اس قلیل مطلوبہ رقم کو حصہ رسدی پورا کر دیویں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے صرف ۳۳ روپے ہی حصہ میں آوینگے جو حوصلہ مند بہائیوں کے نزدیک کچھ زیادہ نہیں ہے۔ باقیماندہ جماعت سے جو روپیہ آویگا وہ مدرسہ کے دیگر ضروری کام میں صرف کیا جاوے۔ امید ہے کہ ہماری پیش کردہ تجویز کو ہمارے بہائی منظور فرماوینگے۔

نیازمندان

محمد اسمٰعیل و عبدالعزیز ماسٹر ٹیلر از میرٹھ

(شیخ رحمت اللہ صاحب۔ منشی تاجدین صاحب

سید محمد حسین صاحب۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب

حکیم محمد حسین صاحب قریشی۔ شیخ نور محمد صاحب

منشی محمد نواب خانصاحب۔ خواجہ جمال الدین صاحب

منشی عبدالعزیز صاحب۔ محمد اسمٰعیل

شیخ عطار محمد صاحب۔ شیخ نور احمد صاحب

منشی عزیز بخش صاحب۔ بابو غلام محمد صاحب۔ بابو غلام [illegible]

مکرمی برادر مولوی عبدالکریم صاحب دام عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مبلغ ۵۰ روپے خدمت عالی میں روانہ کئے جاتے ہیں جنکی تفصیل یہ ہے کہ مبلغ ۲۵ روپے نیازمند محمد اسمٰعیل کیطرف سے اور مبلغ ۲۵ روپے ماسٹر عبدالعزیز صاحب کی طرف سے ہیں صفحہ دوم پر جو مضمون ہے مہربانی فرماکر پرچہ الحکم میں آئندہ ہی پرچہ میں درج کرادیجئے ہماری دلی خواہش ہے کہ وہی ۱۵ اشخاص جنکے نام آپ نے تحریر فرمائے ہیں اس رقم مطلوبہ کو حصہ رسدی ادا کر دیویں۔

نیازمند

محمد اسمٰعیل ماسٹر ٹیلر رائل برگیڈ میرٹھ

احباب کیلئے متضمن ضروری گذارش

کچھ عرصہ ہوا کہ میاں احمد نور صاحب نور رفیقان مولانا مولوی عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کیلئے ایک مکان بنوانیکے واسطے ضروری دکمرمی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب [illegible] کی تھی اور یہ امید تھی کہ اس سلسلہ کا ہر ایک فرد صاحبزادے مذکور کیلئے اس چھوٹی سی خدمتیں پوری سرگرمی اور جوش سے حصہ لیگا اور جلد رقم مطلوبہ پوری ہو جاویگی تعمیر مکان کا کام شروع بھی کر دیا گیا تھا۔ لیکن آجتک جو اس تحریک پر ایک [illegible] عرصہ گزر چکا ہے سوا الا ما شاء اللہ قوم نے جنکا ذکر اس تحریک میں ہو گیا ہے صرف ۵۰ روپیہ کی رقم جسمیں بڑا حصہ مخدومی شیخ رحمت اللہ صاحب اور جناب شیخ عطار محمد صاحب اور سیالکوٹ آباد کا ہے وصول ہوئی ہے جو بالکل ناکافی ہے۔ آگے چونکہ برسات کا موسم آتا ہے اسلئے ضروری ہے کہ تعمیر کا کام جلدی پورا ہو جاوے ورنہ جو روپیہ لگ چکا ہے اس کے بھی برباد ہونیکا اندیشہ ہے اس کیلئے ضرورت ہے اس امر کی کہ ہر ایک صاحب جو اس کار خیر میں حصہ لینا چاہتے ہوں بہت جلدی جسقدر ہو سکے روپیہ بھیج کر اس کام کے سرانجام دینے میں مدد دیں اور رقم مطلوبہ کہ جس کا اندازہ دو سو تک کیا گیا ہے پورا کر دیں۔ اسمیں شک نہیں کہ اس سلسلہ میں کئی دن دینی کاموں کیلئے چندوں کی تحریک ہوتی رہتی ہے۔ لیکن یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ دینی خدمت کا یہی وقت ہے جو صاحب توفیق رکھتے ہوں وہ ضرور اس کار خیر میں حصہ لیں۔ رقوم وصول شدہ حسب ذیل ہیں۔

شیخ رحمت اللہ ۱۰ روپے شیخ عطار محمد صاحب ۱۰ روپے

چندہ معرفت ماسٹر عبدالرحمن صاحب قادیان ۶ روپے

مفتی محمد صادق صاحب ۲ روپے مولوی شیر علی صاحب ۱ روپے

۲ روپے میاں نواب الدین صاحب ۱ روپے سید محمد علی شاہ صاحب نے علاوہ ۵ روپے چندہ کے ایک کوٹھے کی چھت کی لکڑی کا وعدہ فرمایا ہے۔ مولوی امام الدین صاحب مدرس گولیکی ۲ روپے بابو شاہدین گولڑہ ۲ روپے میاں خیرالدین ۸ آنہ و عبدالعزیز ۸ آنہ منشی نذیرالدین ۱ روپے [illegible]

مخمس فی المدح حضرت اقدس مسیح موعود

مہدی مسعود امام الزمان بروز مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان علیہ الصلوٰۃ والسلام من تصنیف ایس۔ این احمد احمدی خلف ایس۔ ایم یوسف احمدی ہیڈ کلرک ڈسٹرکٹ کمیٹی انبالہ بازار توپخانہ

[illegible]

اتباع سنت نبوی ہے بالیقین

[illegible]

اس مہ کو [illegible]

سایہ میں مہدی پاک کو رکھیو خدا [illegible]

امرتسر پٹھانکوٹ لائین

بٹالہ کا ریلوے سٹیشن اور کمی عملہ

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں ہم نے ریلوے سٹیشن بٹالہ کے متعلق ایک نوٹ لکھا تھا اور محکمہ ریلوے کے اعلیٰ افسروں کو توجہ دلائی تھی کہ بٹالہ کا ریلوے سٹیشن امرتسر پٹھانکوٹ لائین پر سب سے بڑا ریلوے سٹیشن ہے۔ اس لئے کہ وہ تجارت کی بڑی بھاری منڈی ہے اور بلحاظ آبادی کے بھی ایک بڑا شہر ہے چنانچہ اس سٹیشن پر کام کی کثرت اور لوگوں کی آمد و رفت ہی اس امر کا موجب ہوئی تھی کہ ہم نے حکام ریلوے کو ایک تیسری ٹرین کے جاری کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی اور افسران بالادست نے اس ضرورت کو محسوس کر کے پبلک کے فایدہ کیلئے اولاً تیسری ٹرین صرف بٹالہ تک ہی جاری کی تھی جو اب برابر پٹھانکوٹ تک آتی جاتی ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ جب تیسری ٹرین بڑھائی گئی تھی جو کثرت آمد و رفت مسافران اور دیگر تجارتی امور کا باعث ہوئی تھی تو اس کے ساتھ ہی عملہ میں بھی کسیقدر زیادتی کیجاتی مگر افسوس ہے کہ محکمہ ریل کی کفایت شعاری اور کثرت منافع کے خیال نے غریب کلرکوں پر بوجھ بڑھا دیا۔ اسپر ہم نے الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں اس پر حکام کو توجہ دلائی۔ کہ کم از کم بکنگ آفس میں اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر کی مدد کیلئے ایک کلرک اور بڑھا دیا جاوے۔ معلوم ہوتا تھا کہ کم از کم ایک زائد کلرک رکھ دیا جاویگا۔ لیکن ابھی تک توجہ نہیں کی گئی۔ اگرچہ بیچارہ اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر جہانتک اس سے ممکن ہوتا ہے وقت معینہ سے پہلے ٹکٹ دینے شروع کر کے گاڑی کے جانے تک ٹکٹ دیتا رہتا ہے لیکن پھر بھی اسکی مشکلات کچھ کم رحم طلب نہیں ہیں۔ مسافروں کی آرام اور رفع تکالیف کیلئے ازبس ضرور ہے کہ ایک زاید کلرک کم از کم بکنگ آفس میں بڑھایا جاوے ہم امید کرتے ہیں کہ افسران ریلوے ہماری اس مکرر یاد دہانی پر توجہ فرمائینگے۔ اور جیسا کہ ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں درمیانہ درجہ کے مسافروں اور مستورات کے گذرگاہ کیلئے بھی الگ انتظام ہونا چاہیئے۔

کیا تار اندر سے مکان بن گیا؟

بٹالہ ریلوے سٹیشن پر سکھ حلوائی جن دوکانوں ملحقہ سرائے میں رہتے ہیں ان کی دوکانیں کے آخری دوکان کا ایک حصہ ریلوے کی حدود کے اندر بنا ہوا معلوم ہوتا ہے تار ریلوے دوران کی حدود اگر اس لائن کا ذمہ وار انجنیر اس سوال پر غور کرے گا تو کوئی مفید نتیجہ برآمد ہونے کی توقع ہے

گورداسپور ریلوے سٹیشن

گورداسپور ریلوے سٹیشن کے عملہ ماتحت کو پبلک کی آسائش کو اور اپنے فرض منصبی کو مدنظر رکھکر کسیقدر زیادہ احتیاط سے کام کرنا چاہیئے تاکہ کسی قسم کی کسی کو جائز شکایت کا موقع نہ ملے ہمارے پاس عملہ ماتحت میں سے ایک شخص کے اخلاقی برتاؤ کے متعلق ایک ناگوار شکایت آئی ہے۔ ہمارے پاس شکایت کرنے کی بجائے بہتر طریق یہ ہو کہ اسٹیشن ماسٹر کو فی الفور اطلاع دیجاوے یا ٹکار کو اطلاع دیجاوے۔ اور پھر تو سوار افسروں کو مقرر کیا جاوے۔

چونکہ ان سٹیشنوں پر مستورات کی گذرنے کے لئے کوئی جداگانہ انتظام نہیں اور نہ زنانہ ٹکٹ کلکٹر موجود ہیں اس لئے انہیں لوگوں سے ہر شخص کو سابقہ پڑتا ہے۔ اگر یہ لوگ دوسرے لوگوں کی عزت کا پاس نہ کریں تو بہت سخت افسوس ہوتا ہے۔ اسلئے اسی جگہ پر اور بھی احتیاط چاہیئے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ سٹیشن ماسٹر صاحب گورداسپور توجہ فرمائینگے۔ ہم جب تک اصل واقعات کی تصدیق نہ کرلیں اسکے متعلق خصوصیت سے کچھ کی ضرورت نہیں سمجھتے بجز اس کے کہ مسافروں کی ذراسی تکلیف بھی اتفاقاً یا عمداً غلطی ہوجاتی ہے اور بعض اوقات ہماری جان کی اور ان کی اور شہیری کا معاملہ ہوجاتا ہے۔ کسی کو دومنٹ دیر سے ٹکٹ ملا اور وہ بیچارہ گاڑی سے رہ گیا تو بہت سا نقصان ہوگیا یا کسی عورت کو گذرتے ہوئے ناگزیر واقعہ پیش آگیا بس جہانتک ممکن ہے ان لوگوں کو مسافروں کی آسائش اور ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کا بہت ہی بڑا خیال رکھنا چاہیئے

گورداسپور کا ہیڈ آفس

گورداسپور کے ہیڈ آفس کے متعلق ہم بعد میں چند مضامین افسران محکمہ ڈاک کی توجہ کیلئے لکھینگے۔ لیکن اس سلسلہ کو ہم اس سلسلہ کو شروع کریں ہم صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانجات امرتسر ڈویژن اور پوسٹماسٹر گورداسپور کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس پر غور کریں

مظلومان پوسٹ آفس

تو اے کبوتر بامِ حرم چہ میدانی
طپیدنِ دلِ مرغانِ رشتہ در پارا

تمام ہندوستان کے محکمہ ڈاک کے لاکھوں ملازموں کی قسمت کا مالک اور حاکم عیالداری کے ضروریات اور حوائج اور زندگی کے آسائش و آرام کیلئے ہزاروں روپیہ تنخواہ پانیوالا۔ سردیوں میں کلکتہ کی معتدل آب و ہوا اور گرمیوں میں شملہ کی سرد اور خوشگوار موسم کے مزے اڑانیوالا۔ اعلیٰ طبقے کے جنٹلمینوں اور لیڈیوں کی دلفریب اور فرحت افزا سوسائٹی کا دلدادہ ایک افسر ایک بیکس بدقسمت اور بدنصیب شخص کی مصیبتوں کی قدر کیا جان سکتا ہے جس نے اپنی جوانی کے بیس سال محکمہ ڈاک کی چٹھی رسانی میں گذارے ہوں سات آٹھ روپیہ ماہوار میں اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالا ہو اور بڑھاپے کے قریب آکر ناکردہ گناہ موقوف کیا گیا ہو۔ یہ بیگناہ شخص اگر اپنی مصیبتوں اور مظلومیوں کی نسبت مسٹر فنشا صاحب بہادر سی ایس آئی ڈائرکٹر جنرل ڈاکخانجات کی خدمت میں اپیل کرے اور مہینوں سے مہینوں تک جواب نہ آئے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مسٹر فنشا کو شاید یہ خیال ہے کہ جسطرح میں چار ہزار روپیہ کی تنخواہ لینے والا افسر اپنی نصف یا نصف سے زائد تنخواہ بچا کر ضرورت کے وقت کام چلا سکتا ہوں اسیطرح ایک سات یا آٹھ روپیہ تنخواہ پانیوالا چٹھی رسان بھی باوجود سالہا سال کی متواتر خشک سالی اور قحط اور معطلی یا موقوفی کے دنوں میں بھی مزہ سے گذارہ کر سکتا ہے انہیں کیا معلوم ہو کہ وہ قسمت کا مارا کتنے دنوں سے فاقہ کشی کر رہا ہے اور اس کے بال بچے در بدر خراب ہو رہے ہیں اور اس لئے مہینوں تک اور بہت سے تو برسوں تک اپیل کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

ایک سابق چٹھی رسان لکھنؤ ضلع لدھیانہ حال موقوف شدہ نے اوائل فروری میں پوسٹماسٹر جنرل کی معرفت اپنی اپیل ڈائرکٹر جنرل کو بھیجی تھی اور افسوس کہ آج تک کرمئی کا آخر ہے اور چار ماہ گذر گئے ہیں کوئی جواب نہیں ہوا۔ باوجودیکہ مسٹر ولسن صاحب بہادر پوسٹماسٹر جنرل پنجاب ایک روشن ضمیر تجربہ کار اور رحمدل افسر ہیں اور باوصفیکہ انہیں محکمہ ڈاک کی ملازمت میں عرصہ دراز گذر چکا ہے لیکن محکمہ ڈاک کے لغو اور فضول اور غیر مفید ضوابط احکام اور نقشہ جات وغیرہ نے کام اس قدر بڑھا دیا ہے کہ افسران بالادست کو عرضی دہندوں کی عرضیاں اور اپیل کنندوں کے اپیل پڑھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی کلرک نوٹ لکھ دیتے ہیں اور انہیں نوٹوں پر ان پانے کا حکم پڑھ دیا جاتا ہے۔ ان کے مقدمہ میں جو خلاف ضابطہ اور خلاف قیاس اور خلاف کانشنس کارروائی سرزد ہوئی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈائرکٹر جنرل نے اس کے مقدمہ کی مثل کو دیکھا ہی نہیں ورنہ صاحب ممدوح ایسا جبر و تشدد اور ناانصافی پر ہرگز کبھی روا نہ رکھتے۔

ہم اس مقدمہ کے حالات اور اپیل کے وجوہات آئیندہ اشاعت میں درج کرینگے لیکن ہم نہایت ادب کے ساتھ پوسٹماسٹر جنرل صاحب کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ ایسے ایسے نازک مقدمات اور بالخصوص چٹھی رسانوں اور چھوٹے چھوٹے ملازموں کی اپیلیں صرف کلرکوں کے نوٹوں پر فیصلہ کرنا داخل انصاف نہیں۔ سر فرمائیے۔ فنشا پیر کے۔ سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب نے اپنے عہد میں سکرٹریوں کے بالکل منع کر دیا تھا کہ جو مسلہ جات آن کے پیش کیجائیں ان پر کوئی نوٹ وغیرہ نہ لکھا جاوے اور جہانتک ہمارا خیال ہے ان کا زمانہ پنجاب کی تاریخ میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ (زمیندار)

روپیہ اڑ گیا

ہم نے الحکم میں جب ڈاکخانہ کے محکمہ کے متعلق بعض مضامین کا سلسلہ شروع کیا تھا تو اس میں سے پہلا مضمون ہم نے نوٹ سسٹم کے متعلق لکھا تھا کہ نوٹ سسٹم کا برا استعمال بعض غریب کلرکوں اور دوسرے ماتحتوں کو سخت نقصان پہونچا دیتا ہے۔

اس کے ضمن میں ہم نے دیوی دتا مل ایک کلرک کا ذکر کیا تھا اس ذکر کو ساتھ ہی ہمارا اندیشہ تھا کہ اس بیچارے کو بھی مضامین کا محرک سمجھا جاوے گا حالانکہ ہماری اس بیچارے سے کوئی خط و کتابت یا راہ و رسم بھی نہ تھی اور نہ ہے۔ آخر جس خطرہ کا ہمکو اندیشہ تھا وہ سنیا سا مرتک ہو کر رہا۔ یہ تو نہیں کہا گیا کہ دیوی دتا مل الحکم کے مضامین کا محرک تھا بلکہ وہ ایک آفت میں مبتلا ہو گیا ہے اگرچہ ہم ابھی تک اس کے متعلق کہنے کیلئے تیار نہیں کہ شخص کیا ہے کیونکہ تحقیقات ہو رہی ہیں جتنے منہ اتنی باتیں بن رہی ہیں۔ آج ہم فی الحال اس مقدمہ کا مختصر سا تذکرہ اور عام حالات بتاتے ہیں

کہا جاتا ہے کہ پٹھانکوٹ سے ایک تھیلہ ڈاک کا بند شدہ نوٹ وغیرہ کے نام کا ریکوسٹیشن پٹھانکوٹ آیا جہاں دیوی دتا مل متعین تھا اس میں ایک کیش بیگ غالباً ایک سو چالیس روپیہ کا تھا۔ دیوی دتا مل نے اس تھیلہ کو کھولنے کی بجائے عام قاعدہ اور اعتبار کے موافق اس کو ایک صندوق میں رکھ دیا جس کے اوپر لالہ گنپت رائے انسپکٹر ڈاکخانجات کی کرسی بھی بچھی ہوئی بیان کیجاتی ہے۔ کیونکہ اس وقت وہیں تھے آخر جب ڈاک کی روانگی کا وقت آیا تو دیوی دتا مل نے انسپکٹر صاحب کی کرسی اٹھا کر تھیلا نکال کر حوالہ ڈاک کیا۔ اس ڈاک کے ہمراہ تانگہ پر انسپکٹر صاحب اور بعض ملازمان ڈاکخانہ اور شاید ایک ڈپٹی انسپکٹر بھی سوار ہوئے۔ روپیہ وغیرہ پہونچ کر وہ روپیہ اس تھیلہ سے کہا جاتا ہے برآمد نہیں ہوا۔ اس پر اس وقت بجز معمولی اطلاع کے کوئی مزید کارروائی نہیں ہوئی۔ بعد میں سنا ہے پولیس نے تلاشی لی مگر کچھ برآمد نہیں ہوا۔ پھر دیوی دتا مل کو دفتر کی بعض شکایات کے متعلق پی ایم جی کو لکھا اور اپنے پاس کسی تحریری ثبوت ناواجب سختی کے ہونے کا حوالہ دیا جس پر پی ایم جی صاحب نے اپنا ایک پرسنل اسسٹنٹ وہاں بھیجا اور سپرنٹنڈنٹ کی موجودگی میں وہ تحریری ثبوت اس سے لیا گیا اور دیوی دتا مل اب معطل ہے پھر دوبارہ پولیس نے تلاشی لی۔ مگر کچھ برآمد نہیں ہوا مقدمہ تفتیش کے لئے حوالہ پولیس ہے۔ دیکھیں نتیجہ کیا ہوتا ہے یہ واقعات عام طور پر بیان کئے جاتے ہیں ہم تفصیلی واقعات اور اصل واقعات کو لکھنے کیلئے کسی واقف کار کو توجہ دلاتے ہیں۔

تفصیلی واقعات کے موصول ہونے پر اس معاملہ پر پوری روشنی ڈالی جا سکے گی اور ہم اپنی رائے کے اظہار کے بھی قابل ہو جائیں گے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انسپکٹر صاحب نے جبکہ انکو معلوم ہو گیا تھا کہ روپیہ گم ہو گیا ہے اسی وقت چاہئے تھا کہ واپس آکر تفتیش کرتے مگر اس وقت انہوں نے واپس آنا ضروری نہیں سمجھا۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ بہرحال اس وقت تک ہوائی تیر ہیں۔ لالہ گنپت رائے صاحب انسپکٹر سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ اگر نامناسب نہ ہو تو وہ اصل حالات سمجھ کر شکرگذاری کا موقع دیں۔

(باقی پھر)

مظلومانِ پوسٹ آفس

دوسری جگہ ہم نے نانک بخش مظلوم سابق چٹھی رسان ڈاکخانہ لکھنؤ کے مقدمہ کے حالات بیان کرنے کا وعدہ کیا تھا جو درج کئے جاتے ہیں۔

نانک بخش چٹھی رسان بائیس سال کا ملازم تھا اور نو سال کامل سے ڈاکخانہ لکھنؤ میں کام کر رہا تھا۔ وقوعہ مقدمہ سے پہلے جس کا ذکر ہم آگے کریں گے وہ نہایت نیکنام رہا۔ سب پوسٹماسٹران لکھنؤ اور انسپکٹران اور سب ڈویژن نے اس کے کام کی نسبت پہلے کبھی شکایت نہ کی اور اس کی سروس بک ہمیشہ بے داغ رہی۔ لیکن جب لالہ لچھمن داس سب پوسٹماسٹر نے ڈاکخانہ لکھنؤ کا چارج لیا تو اس کو نانک سے ایک قسم کی عداوت پیدا ہو گئی۔

نانک اس نفرت اور کدورت کی وجہ بتلاتا ہے کہ چونکہ لچھمن داس ہندو تھا اور کفایت شعاری کی وجہ سے کوئی نیچ کا ملازم نہ رکھ سکتا تھا اسکی قدرتی خواہش یہ ہوئی کہ نانک بخش مسلمان کی جگہ کوئی ہندو چٹھی رسان ہو جو اس کے پرائیویٹ کام مثلاً پانی لانا کھانا پکانا بھی کر سکے۔ آتے ہی سب پوسٹماسٹر نے اسے کہنا شروع کیا کہ اپنی تبدیلی کی درخواست کرے لیکن نانک کو بھی عرصہ دراز کی سکونت کی وجہ سے لکھنؤ کے ساتھ دلبستگی ہو گئی تھی اور اس لئے وہ تبدیلی کی درخواست خود بخود نہ کر سکا۔ علاوہ ازاں اس نے یہ بھی خیال کیا کہ خود بخود تبدیلی کی درخواست کر دینے سے وہ سفرخرچ اور ٹرانزٹ پے سے محروم ہو جاوے گا۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ نانک کا بیان یا خیال کہاں تک صحیح ہے مگر بتیس ۳۲ سالہ ملازمت محکمہ ڈاک کے تجربہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اکثر سب پوسٹماسٹر اور پوسٹ ماسٹر چٹھی رسانوں اور ہرکاروں سے پرائیویٹ کام لیتے ہیں پانی بھرواتے اور کھانا پکواتے ہیں اور اس لئے پوسٹماسٹر اور سب پوسٹماسٹر ہندو ان کو پسند کرتے ہیں۔ یہ کسی مذہبی تعصب سے نہیں۔ بلکہ صرف اس خیال سے کہ ہم مذہب ماتحتوں سے دفتروں کے پرائیویٹ کاروبار میں زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ اور ہندو پوسٹماسٹر اور سب پوسٹ ماسٹر جو چھوت چھات کے زیادہ قائل ہوتے ہیں۔ اس قسم کی سہولتوں کے قدرتی طور پر زیادہ خواہشمند ہوتے ہیں اور اس لئے ممکن ہے کہ لچھمن داس سب پوسٹماسٹر لکھنؤ کی یہ خواہش ہو کہ نانک بخش مسلمان چٹھی رسان کی بجائے کوئی ہندو چٹھی رسان آجائے۔

بہرصورت باہمی کدورت اور نفرت کی کوئی وجہ ہو لچھمن داس نے ...... جون سنہ ۱۹۲۰ء کی صبح کو اس عذر پر (خواہ وہ عذر صحیح تھا یا بناوٹی) کہ نانک دیر سے حاضر ہوا ہے اس کو مارا اس مارپیٹ میں زدوکوب سے اس کا ایک دانت بھی توڑ دیا اور دفتر سے نکال دیا۔ اور سنا جاتا ہے کہ بذریعہ تار کے صاحب سپرنٹنڈنٹ علاقہ کو اسکی شکایت کر دی۔ نانک بخش نے جب دیکھا کہ اسے مارپیٹ بھی ہوئی ہے اور رپورٹ بھی کی گئی ہے۔ تو بمقولہ مرتا کیا نہ کرتا اس نے تھانہ میں جا کر اپنی رپورٹ درج روزنامچہ کرا دی۔ بعد تحقیقات موقعہ اور شہادت ڈاکٹر صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس نے بہ علت ضرب شدید زیر دفعہ ۳۲۵ تعزیرات ہند لچھمن داس کا چالان کر دیا لالہ لچھمن داس نے اس مقدمہ کی جواب دہی کے لئے ڈھائی ماہ کی رخصت حاصل کی۔ حالانکہ اس کام کیلئے صرف ہفتہ دو ہفتہ کی رخصت کافی تھی۔

اس مقدمہ میں لکھنؤ کی ہاسپٹل اسسٹنٹ نے جو عیسائی تھے دوکاندار وں اور ساہوکاروں نے اور ڈاکخانہ کے ہرکاروں نے لچھمن داس کے خلاف شہادت دی مگر نانک کی بدقسمتی کو لالہ بسنت رام صاحب مجسٹریٹ نے تمام شہر کے معززین کی گواہی کو غیر معتبر اور غیر مستند خیال فرما کر نانک کے استغاثہ کو خارج کر دیا ہم مجسٹریٹ کے فیصلہ پر پیرا اپنی رائے مفصل آئندہ لکھیں گے فی الحال اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ لالہ بسنت رام صاحب کی عدالت نے لچھمن داس سب پوسٹماسٹر کے بیان کو معتبر خیال کیا اور ایسا کرنے کے وجوہات جو درج فیصلہ ہیں وہ ہمیں قابل اطمینان نہیں معلوم ہوتیں۔ حب لیکن تعجب تو یہ ہے کہ پوسٹماسٹر جنرل صاحب بہادر پنجاب نے اس فیصلہ کو صحیح باور کر کے یہ حکم دیا کہ چونکہ نانک بخش کی غلط رپورٹ کی وجہ سے لچھمن داس کو ڈھائی ماہ کی رخصت بلا تنخواہ لینی پڑی اور اس سے اس کا ڈیڑھ سو روپیہ کا نقصان ہوا۔ لہذا یہ ڈیڑھ سو روپیہ نانک بخش ادا کرے اور جب تک نہ ادا کرے بحال نہ کیا جائے۔

نانک چٹھی رسان عیالدار آدمی تھا سات آٹھ روپیہ ماہوار تنخواہ پاتا تھا۔ پچھلے پانچ سات سال کی قحط سالیوں کی وجہ سے ایک حبہ بھی پس انداز نہ کر سکا اس لئے اتنی گران رقم کا یکمشت ادا کرنا اسکی طاقت اور استطاعت سے خارج تھا اور اگرچہ کسیطرح بھی وہ اس رقم کے ادا کرنے کا ذمہ دار نہ ہو سکتا تھا۔ تاہم الحکم حاکم مرگ مفاجات اس نے بہت سی عذر و معذرت اور منت و سماجت کے بعد یہ درخواست کی کہ یہ رقم ایک دو روپیہ ماہوار کی قسط سے اسکی تنخواہ سے وضع کیجائے۔

آخر پوسٹماسٹر جنرل صاحب نے نانک بخش کو سال ڈیڑھ سال کی معطلی کے بعد عدول حکمی کے جرم میں موقوف کر دیا۔ پوسٹماسٹر جنرل کے اس خلاف انصاف خلاف قانون اور خلاف مقتضائے کرم فیصلہ پر بھی ہم اپنی رائے کا اظہار کسی آئندہ موقعہ پر ملتوی کرتے ہیں۔ اور صرف اس اطلاع پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں کہ مظلوم نانک نے پوسٹماسٹر جنرل صاحب کے فیصلہ کی اپیل صاحب ڈائرکٹر جنرل ڈاکخانجات ہند کو چار ماہ ہوئے بھیجی ہے۔ لیکن تاحال جواب نہیں آیا۔

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان مطبع کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

امام اور پیشوا وہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اذن اور حکم سے مامور ہو کر آوے۔ انہیں اللہ تعالیٰ ایک جذب کی قوت رکھ دیتا ہے جسکی وجہ سے سعادت مند روحیں خواہ وہ کہیں ہوں اسی طرف کھچی چلی آتی ہیں جذب کا پیدا ہونا اپنے اختیار میں نہیں ہے بناوٹ سے یہ بات پیدا نہیں ہو سکتی۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ جو لوگ خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں وہ ریاست کے حریص اور [illegible] نہیں ہوتے کہ لوگ انکے گرد جمع ہوں اور انکی تعریفیں کریں۔ بلکہ ان لوگوں کی یہ طبعاً [illegible] رہنے کی خواہش ہوتی ہے اور وہ دنیا سے [illegible] رہتے ہیں یہاں تک کہ [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مامور ہوئے تو [illegible] عذر کیا۔ اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار میں رہا کرتے تھے وہ بھی پسند نہیں کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ خود ان کو باہر نکالتا ہے اور مخلوق کے سامنے لاتا ہے ان میں ایک حیا ہوتی ہے اور ایک انقطاع ان میں پایا جاتا ہے چونکہ وہ انقطاع تعلقات ماسوا کو چاہتا ہے اس لیے وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک لذت اور سرور پاتے ہیں۔ لیکن وہی انقطاع اور صفائی قلب اللہ تعالیٰ کی نظر میں انکو پسندیدہ بنا دیتی ہے اور وہ ان کو اصلاح خلق کے لیے برگزیدہ کر لیتا ہے۔ جیسے حاکم چاہتا ہے کہ اسے کارکن آدمی ملجاوے اور جب وہ کسی کارکن کو پا لیتا ہے تو خواہ وہ انکار بھی کرے مگر وہ اسے منتخب کر ہی لیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو مامور کرتا ہے وہ ان کے فطرتاً صافیہ اور صدق و وفا کی وجہ سے انہیں اس قابل پاتا ہے کہ انہیں اپنی رسالت کا منصب سپرد کرے۔

بالکل یہی بات ہے کہ انبیا علیہم السلام پر ایک قسم کا جبر کیا جاتا ہے وہ کوٹھڑیوں میں بیٹھکر عبادت کرتے ہیں اور اسی میں لذت پاتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ کسیکو ان کے حال پر اطلاع نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ جبراً انکو کوٹھڑی سے باہر نکالتا ہے پھر ان میں ایک جذب رکھتا ہے اور ہزارہا مخلوق طبعاً انکی طرف چلی آتی ہے۔

اگر فریب ہی کا کام ہو تو پھر وہ سرسبز کیوں ہو۔ پیرزادگی کی گدی نشین آرزو رکھتے ہیں کہ لوگ انکے مرید ہوں اور انکی طرف آویں۔ مگر مامور ہستیاں ایسی خواہشمند نہیں ہوتے ہاں وہ یہ ضرور چاہتے ہیں کہ مخلوق الٰہی اپنے خالق کو پہچانے اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرے۔ وہ اپنے دل میں بخوبی سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ چیز ہی نہیں ہیں خدا تعالیٰ بھی انکو ہی پسند کرتا ہے کیونکہ جب تک ایسا مخلص نہ ہو کام نہیں کر سکتا ہے۔ ریاکار جو خدا کی جگہ اپنے آپ کو چاہتے ہیں وہ کیا کر سکتے ہیں اسلیے خدا انکو پسند کرتا ہے کیونکہ وہ دنیا کے آسایش و آرام کے آرزومند نہیں ہوتے

ریاکاری ایک بہت بڑا گند ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ریاکار انسان فرعون سے بھی بڑھ کر شقی اور بدبخت ہوتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کو نہیں چاہتے بلکہ اپنی عزت اور عظمت منوانا چاہتے ہیں۔ لیکن جنکو خدا پسند کرتا ہے وہ طبعاً اس سے متنفر ہوتے ہیں انکی ہمت اور کوشش اسی ایک امر میں صرف ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اسکا جلال ظاہر ہو اور دنیا اس سے واقف ہو وہ ایسی حالت میں ہوتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ دنیا ان کو نہ پہچان سکے مگر ممکن نہیں ہوتا کہ دنیا انکو چھوڑ سکے کیونکہ وہ دنیا کو فائدہ کے لیے آتے ہیں۔

ان لوگوں کے جو دشمن اور مخالف ہوتے ہیں ان سے بھی ایک فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نشانات ان کے سبب سے ظاہر ہوتے ہیں اور حقائق و معارف کھلتے ہیں انکی چھیڑ چھاڑ سے عجیب عجیب انوار ظاہر ہوتے ہیں اگر ابوجہل وغیرہ نہ ہوتے تو قرآن شریف کے تیس سیپارے کیونکر ہوتے؟ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سی فطرت والے ہی اگر سب ہوتے تو ایک دم میں وہ مسلمان ہو جاتے۔ ان کو کسی نشان اور معجزہ کی حاجت ہی نہ ہوتی۔ پس ہم ان مخالفوں کے وجود کو بھی بے مطلب نہیں سمجھتے۔ انکی چھیڑ چھاڑ اللہ تعالیٰ کو غیرت دلاتی ہے اور اسکی نصرت اور تائیدات کے نشانات ظاہر ہوتے ہیں۔

غرض خدا کے ماموروں کا یہ خاص نشان ہوتا ہے کہ وہ اپنی پرستش کرانا نہیں چاہتے جیسے پیر وہ لوگ پوجے جانے کے خواہشمند بن جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی پوجا کرانا چاہے تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے انسان کے نیچے اس ہو جانے کے مستحق نہ ہوں؟ میں سچ کہتا ہوں کہ ایک مرید اس مرشد سے ہزار درجہ اچھا ہے جو مکر کی گدی پر بیٹھا ہوا ہو کیونکہ مرید کے اپنے دل میں کھوٹ اور دغا نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ اخلاص کو چاہتا ہے ریاکاری پسند نہیں کرتا۔

خریداروں کا فرض

خریداران الحکم اپنا فرض سمجھ لیں کہ خط و کتابت کیوقت اپنا نمبر خریداری ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل ارشاد نہ ہو سکے گی اور بعض اوقات اسکا جواب بھی نہ ہو سکے گا کیونکہ بفضلہ تعالیٰ تعداد خریداران ترقی پر ہے۔ (مینیجر)

احاطۂ کچہری

۹ مئی ۱۹۰۵ء

حضرت اقدس حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام درختوں کے سایہ میں حسب معمول تشریف فرما تھے کہ دینا نگر کے تحصیلدار صاحب آپ کی زیارت کو تشریف لائے انکے ساتھ اور بھی چند آدمی تھے انہوں نے نہایت ادب اور احترام کے ساتھ سلام عرض کیا اور پھر طاعون کی مصیبت کا رونا شروع کیا اور کہا کہ بڑا اختلاف مذاہب کا ہو گیا ہے۔ اسپر حضرت اقدس نے فرمایا۔

اس زمانہ میں بڑا اختلاف مذاہب ہی نہیں رہا اختلاف مذاہب کے سوا لوگوں نے خدا تعالیٰ کو بالکل چھوڑ دیا ہے اسلیے خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کے موافق یہ عذاب نازل کیا ہے کیونکہ دنیا میں فسق و فجور بہت بڑھ گیا ہے شرارتوں اور چالاکیوں کی کوئی انتہا نہیں رہی ہے طاعون کو اللہ تعالیٰ نے مامور کر کے بھیجا ہے جو اسکے نوکر کی طرح ہے خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر تو ایک پتہ اور ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا یہ اور بدبختی ہے کہ باوجودیکہ طاعون ایک خطرناک ڈرانے والا ہے مگر اسپر بھی خدا کیطرف توجہ نہیں کرتے اور خدا کی باتوں کو ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑاتے ہیں خدا سے نہیں ڈرتے اور دل پاک و صاف نہیں کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ جب تک اہل دنیا اپنی اصلاح اور تبدیلی نہیں کرینگے اس وقت تک یہ عذاب کو نہیں اٹھاوے گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو اسطرف ابھی بالکل توجہ نہیں ہے جب کسی گاؤں یا شہر میں بیماری پڑتی ہے تو چند روز کے لیے ایک خوف پیدا ہوتا ہے۔ مگر وہ خوف بھی اللہ تعالیٰ کے واسطے نہیں اور نہ ایسا کہ اسکے ذریعہ کوئی اصلاح کریں بلکہ موت کا ڈر ہوتا ہے کہ کہیں ہم بھی مر نہ جاویں اور یہ جائیداد اور اسباب کسی دوسرے کے قبضہ میں نہ چلا جاوے یونہی ذرا سا وقفہ ہوتا ہے پھر وہی شرارت اور شوخی۔ اور نہیں ڈرتے کہ اسکے دورے بہت لمبے ہوتے ہیں۔

رئیس۔ جناب بظاہر زمانہ اچھا بھی معلوم ہوتا ہے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ بھگتی وغیرہ بھی کرتے ہیں

حضرت۔ دل نہیں ہیں جو کچھ ہے پوست ہی پوست ہے ظاہرداری کے طور پر اگر کچھ کیا جاتا ہے تو کیا جاتا ہے۔

دل والے روح ہی اور ہوتی ہیں انکی آنکھیں صاف ہوتی ہیں انکی زبان صاف ہوتی ہے انکے چال چلن میں ایک خاص امتیاز ہوتا ہے وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے لرزاں ترساں رہتے ہیں تیزی زبان درازی سے کوئی اللہ تعالیٰ کو خوش نہیں کر سکتا مجازی حکام کو جو اصل حالات سے ناواقف ہیں کوئی خوش کر لیوے مگر اللہ تعالیٰ کی نظر تو دل پر ہے اور وہ دل کے مخفی در مخفی خیالات تک کو جانتا ہے۔ پس جب تک انسان سچے دل سے خدا تعالیٰ کیطرف نہیں آتا ریاکاری اور ظاہرداری سے کچھ نہیں بنتا خدا تعالیٰ بھی تبدیلی چاہتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ابھی وہ پیدا نہیں ہوئی جب لوگ تبدیلی کرینگے تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر کچھ حصہ بھی لوگوں کا درست ہو جاویگا تو اللہ تعالیٰ رحم کرے گا۔ یہ تو اور بھی چالاکی ہے کہ لوگوں کے سامنے نیک بنتے ہیں اور اپنے آپ کو بڑا متقی اور خدا ترس ظاہر کرتے ہیں اور اندرونی طور پر بڑی بڑی خرابیاں ان میں موجود ہوتی ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا کے ظاہری بحث و مباحثہ میں ہزاروں مذہب پیدا ہو گئے ہیں مگر خدا تعالیٰ دیکھتا ہے کہ اسکے ساتھ معاملہ کیسا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ سے معاملہ صاف نہ ہو تو یہ چالاکیاں اور بھی خدا کے غضب کو بھڑکاتی ہیں چاہیے تو یہ کہ انسان خدا کے ساتھ معاملہ صاف کرے اور پوری فرمانبرداری اور اخلاص کے ساتھ اسکی طرف رجوع کرے اور اسکے بندوں کو بھی کسی قسم کی اذیت نہ دے۔ ایک شخص گیروے کپڑے پہنکر یا سبز لباس کر کے فقیر بن سکتا ہے اور دنیا دار اسکو فقیر بھی سمجھ لیتے ہیں مگر خدا تعالیٰ تو اسکو خوب جانتا ہے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے اور وہ کیا کر رہا ہے۔ پس طاعون کا اصل اور صحیح علاج یہی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اسکی حدبندیوں کو نہ توڑے اور اسکی مخلوق کے ساتھ رحم کرے۔ بدمعاملگی نہ کرے اور سب کام اخلاص کے ساتھ کرے لوگوں کو دکھلانے کی نیت سے نہ کرے۔ اگر اس قسم کی تبدیلی کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رحم کے ساتھ اسپر نظر کرے گا۔

رئیس۔ جناب لوگ باہر جاتے ہیں اور اسکو بھی مفید سمجھتے ہیں مگر مولوی لوگ مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم گھروں سے نکلنے میں خدا کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ مولویوں کے ایسے فتوے دینے سے بھی بہت سے لوگ ہلاک ہوئے ہیں۔

حضرت۔ اللہ تعالیٰ تو علاج سے منع نہیں کرتا ہے علاج بھی اسی نے رکھے ہیں۔

فرمایا لوگ دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیواسطے قسم قسم کے منصوبے کرتے ہیں اور ریاکاریوں سے کام لیتے ہیں۔ مگر جب تک خدا تعالیٰ کسیکو منتخب اور برگزیدہ نہ کرے کچھ نہیں بنتا

دیکھو کیسے کو بھوک پیاس لگتی ہے تو وہ روٹی کھاتا ہے یا پانی پیتا ہے۔ اسی طرح بیماریوں کے علاج بھی ہیں اور اشیاء میں خواص بھی اسی کے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ مولویوں کی غلطی ہے جو ایسا کرتے ہیں اور لوگوں کو تباہ کرتے ہیں۔ خدا تو منع کرتا ہے کہ انسان عذاب کی جگہ پڑا رہے لیکن ہاں جب بیماری شدت کے ساتھ پھیل جاوے تو یہ مناسب نہیں کہ انسان اس گاؤں یا شہر سے نکلکر کسی دوسرے گاؤں یا شہر میں جاوے اور یہ اسلیے منع ہے کہ جو لوگ وبا زدہ گاؤں سے نکلتے ہیں وہ متاثر آب و ہوا سے نکلکر دوسری جگہ کو متاثر کرتے ہیں اور پھر بیمار ہو کر مر جاتے ہیں۔ ایسا ہی یہ بھی منع ہے کہ جہاں وبا پڑی ہوئی ہو وہاں بھی کوئی آدمی تندرست جگہ سے جاوے لیکن یہ کبھی منع نہیں ہے کہ لوگ اپنے گھروں سے نکلکر باہر کھلے میدانوں میں اور کھیتوں میں جا دیں۔ یہ بلکہ ضروری ہے اور اس سے عموماً فائدہ پہنچتا ہے۔ جہاں طاعون ہو فوراً اس گھر کو خالی کر دینا چاہیے اور باہر کھیتوں یا کھلے میدانوں میں بے شک چلے جاؤ۔ بلکہ ایسا کرنا ضروری ہے۔

رئیس۔ جناب تعجب ہی ہے کہ خدا کے ہوتے ہوئے یہ غضب ہو رہا ہے۔

حضرت۔ یہ خدا تعالیٰ کی باتیں ہیں ان میں دخل نہیں دینا چاہیے خدا نے تو خود دنیا پر یہ غضب نازل کیا ہے اگر لوگ خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان لاتے تو اسقدر شرارتیں جو زمین پر ہو رہی ہیں نہ کرتے اور خدا تعالیٰ کے غضب سے ڈر جاتے مگر آپ دیکھتے ہیں کہ خدا کا اقرار کر کے پھر دنیا پر ظلم اور فساد ہو رہا ہے اور خدا تعالیٰ کے حکموں کی ہرگز پابندی نہیں کی جاتی تو یہ تو ایک قسم کی خدا کے ساتھ ہنسی ہے پھر خدا تعالیٰ اسکو کب پسند کر سکتا ہے۔ اب یہ غضب آیا ہے جو دنیا کو سیدھا کرے گا خود ہی نے بھیجا ہے وہ اپنے اسرار کو آپ ہی جانتا ہے ہم لوگوں کو اسکی قدرتوں میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔ جب وقت آ جاوے گا وہ خود رحم فرماوے گا اور اس عذاب کو اٹھا لیگا وہ ظالم نہیں ہے وہ تو ارحم الراحمین ہے۔

رئیس۔ حضور اب تو رحم ہونا چاہیے آپ ہی کچھ کریں +

حضرت۔ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی دنیا کی اصلاح ہونی ضروری ہے جو تو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتی ہیں اور اسکے ہر ایک فعل کو سراسر حکمت سمجھتی ہیں۔ یہ عذاب جو اس نے نازل کیا ہے یہ بھی حکمت سے خالی نہیں ہے لوگوں کے اعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی انکو تکلیف نہیں ہے اگر وہ اس تکلیف کو محسوس کر لیتے تو میں دیکھتا کہ ان میں تبدیلی شروع ہو جاتی مگر ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ رحم یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے ہم اسکی قضا و قدر پر ہر طرح راضی ہیں اور اسے دیکھتے ہیں البتہ جب وہ خود ہمارے دل میں یہ بات ڈالے گا تو ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ ہماری دعاؤں کو سنے گا اور سب کچھ کرے گا۔ فی الحال تو جو ہو رہا ہے ٹھیک عین مرضی کے موافق ہے جبتک وہ پسند کرے گا ہوتا رہے گا۔ اصل علاج یہی ہے کہ خدا سے صلح کی جاوے۔

اسقدر تقریر کے بعد رئیس مذکور اپنے احباب کو لیکر نیاز مندی سے سلام کر کے رخصت ہوا +

بہرحال **یا مسیح الخلق عدوانا** کی پیشگوئی ہر طرح سے پوری ہو رہی ہے (ایڈیٹر)

لاہور میں جو لوگ طاعون سے محفوظ رہنے کے لیے نماز پڑھنے کے واسطے زیارتیں لیکر نکلتے ہیں ان کا ذکر ہو رہا تھا اس پر فرمایا

جو لوگ اب باہر جا کر نمازیں پڑھتے ہیں اور زیارتیں نکالتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوری صفائی نہیں کرتے سچی تبدیلی کا ارادہ نہیں معلوم ہوتا + ورنہ پھر وہی شوخی اور بیباکی کیوں نظر آ رہی ہے اگر سچی تبدیلی ہو تو ممکن نہیں کہ طاعون نہ ہٹ جاوے تعجب کی بات ہے کہ ایکطرف جب میں کہتا ہوں کہ سچی تبدیلی کرو اور استغفار کرو۔ خدا تعالیٰ سے صلح کرو تو میری ان باتوں پر ہنسی کرتے ہیں اور ٹھٹھے اڑاتے ہیں اور اب خود بھی دعا ہی اسکا علاج بتاتے ہیں۔

اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ طاعون انکے ہی سبب سے آیا ہے کیونکہ انھوں نے جھوٹے دعوے کیے تھے مجھے ان کی اس بات پر بھی تعجب اور افسوس آتا ہے کہ میں تو جھوٹے دعوے کر کے سلامت بیٹھا ہوں حالانکہ بقول ان کے طاعون میرے ہی سبب سے آیا ہے اور مجھے ہی حفاظت کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ یہ عجیب معاملہ ہے + یہ بات تو ان عدالتوں میں بھی نہیں ہوتی کہ مرتکب ایک مجرم ہو وہ چھوڑ دیا جاوے اور بیگناہ کو پھانسی دیدی جاوے۔ پھر کیا خدا تعالیٰ کی خدائی ہی میں یہ اندھیر اور ظلم ہے کہ جس کے لیے طاعون بھیجا جاوے وہ تو محفوظ رہے اور اسکو سلامتی کا وعدہ دیا جاوے اور وہ ایک نشان ہو اور دوسرے لوگ مرتے رہیں +

میں کہتا ہوں اسی ایک بات کو لیکر کوئی شخص انصاف کرے اور بتادے کہ کیا ہو سکتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر افترا کرے وہ سلامت رہے اور اسکو یہ وعدہ دیا جاوے کہ تیرے گھر میں جو ہوگا وہ بھی بچایا جاویگا اور دوسروں پر چھری چلتی رہے؟ یہ تو وہی شیعوں کی سی بات ہے وہ کہتے ہیں کہ نبوت دراصل حضرت علی کو ملنی تھی اور انھیں کے واسطے جبرئیل لائے تھے مگر غلطی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدی اور تیئیس سال تک برابر یہ غلطی چلی گئی۔ اور اسکی اصلاح نہ ہوئی۔ ایسا ہی اب بھی غلطی لگ گئی جنکی حفاظت کرنی تھی وہ تو مر رہے ہیں اور جو حفاظت کے لائق نہ تھے انکی حفاظت کا وعدہ ہو گیا!!! بھلا اس قسم کی باتوں پر کوئی تسلی پا سکتا ہے

ایک امرتسری ملا کا ذکر آیا کہ وہ کہتا ہے کہ ایک سال گذر گیا تو کیا ہوا ابھی آگے دیکھنا چاہیے۔

فرمایا وہ تو ایک سال کا کہتا ہے ہم تو یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے وہ بالکل سچا ہے اور اسکے دعوے تو ستر ستر سال تک ہوتے ہیں وہ منتظر رہیں اور دیکھیں کیا ہوتا ہے ہم بھی انکے ساتھ انتظار کرتے ہیں + وہ ہماری نسبت اگر کوئی خبر خدا سے پاتے ہیں تو شائع کریں ہمکو تو جو کچھ خدا نے بتایا ہے ہم نے تو اسکو شائع کر دیا ہے اور دنیا کو معلوم ہو گیا ہے وہ صبر کے ساتھ اب انجام تک دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔

یہ لوگ ہماری نسبت طرح طرح کی گردشیں چاہتے ہیں وہ آخر انہیں پر لوٹ کر پڑتی ہیں ایک بٹالوی مولوی نے ایک مرتبہ کہا کہ قادیان میں طاعون پڑی ہوئی ہے اور خود اس کو بھی گلٹی نکلی ہوئی ہے۔ یہ انکی امانی ہیں کیا گلٹی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نکل سکتی ہے۔ جب تک آسمان پر ایک تغیر نہ ہو زمین پر کچھ نہیں ہو سکتا +

ان دنوں جب قادیان میں طاعون پڑی ہوئی تھی ہم خدا تعالیٰ کی قدرت کا عجیب نظارہ دیکھ رہے تھے ہمارے گھر کے ادھر ادھر سے چیخیں آتی تھیں اور ہمارا گھر درمیان میں اسطرح تھا جیسے سمندر میں کشتی ہوتی ہے۔ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اسے محفوظ رکھا جیسا اس نے فرمایا تھا۔ اور آئندہ بھی ہم اسکے فضل و کرم سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہماری حفاظت فرماوے گا

اس کے بعد ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ہندوؤں کے ہاتھ کا کھانا درست ہے؟

فرمایا شریعت نے اسکو مباح رکھا ہے۔ ایسی پابندیوں پر شریعت نے زور نہیں دیا بلکہ شریعت نے تو **قد افلح من زکٰھا** پر زور دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرمینیوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزیں کھا لیتے تھے اور بغیر اسکے گذارہ بھی تو نہیں ہوتا ہے

ایک شخص نے تسبیح کے متعلق پوچھا کہ تسبیح کرنے کے متعلق حضور کیا فرماتے ہیں؟

فرمایا

تسبیح کرنے والے کا اصل مقصود گنتی ہوتا ہے اور وہ اس گنتی کو پورا کرنا چاہتا ہے اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ یا تو وہ گنتی پوری کرے اور یا توجہ کرے۔ اور یہ صاف بات ہے کہ گنتی کو پورا کرنے کی فکر کرنے والا سچی توبہ کر ہی نہیں سکتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور کاملین لوگ جنکو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذوق ہوتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں فنا شدہ ہوتے ہیں انھوں نے گنتی نہیں کی اور نہ اسکی ضرورت سمجھی اہل حق تو ہر وقت خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں ان کے لیے گنتی کا سوال اور خیال ہی بیہودہ ہے کیا کوئی اپنے محبوب کا نام گن کر لیا کرتا ہے؟ اگر سچی محبت اللہ تعالیٰ سے ہو اور پوری توجہ الی اللہ ہو تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ پھر گنتی کا خیال پیدا ہی کیوں ہوگا۔ وہ تو اسی ذکر کو اپنی روح کی غذا سمجھے گا۔ اور جسقدر کثرت سے کرے گا زیادہ لطف اور ذوق محسوس کرے گا اور اس میں اور ترقی کرے گا۔ لیکن اگر محض گنتی مقصود ہوگی تو وہ اسے ایک بیگار سمجھکر پورا کرنا چاہے گا۔ (باقی)

وطن کو خط

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب وطن! السلام علیکم۔ وطن مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۷ میں جو ریویو رسالہ ابطال پر لکھا گیا ہے یہ بالکل غلط ہے اس فاش غلطی کا باعث غالباً یہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے وہ تمام دلائل جو اثبات وفات مسیح اور قبر سرینگر پر شائع کیے ہیں آپ نے انکو بنظر نہیں پڑھا ورنہ ایسی فاش غلطی کی ہرگز آپ سے امید نہ تھی اللہ یہ امید ہوتی ہے کہ آپ وطن جیسے قومی اخبار کو کسی … کرینگے۔ اب عرض یہ ہے کہ اول تو اس غلط ریویو کو واپس لے لیں یا … بلکہ وہ تمام دلائل جو وفات مسیح اور اسکی قبر سرینگر کشمیر کے متعلق شائع ہو چکی ہیں سلسلہ وار وطن میں درج فرما دیں اور پھر رسالہ ابطال کو بتدریج اس کے ساتھ ساتھ درج اخبار کرتے جائیں تاکہ ناظرین اخبار پر رسالہ ابطال کی اصلیت کھل جاوے۔

جناب کے اعلیٰ دماغ میں یہ بیبنیاد بات کیونکر سما گئی ہے کہ اسلامی پہلوؤں مہدی الزمان کے مقابلہ میں عیسویت کی حمایت یا مروت کر … کی اعلیٰ چیزیں ہیں جبکہ آپ مرزا صاحب کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں میں امید کرتا ہوں کہ میری چند سطریں کو وطن کے کسی گوشہ میں جگہ دیکر جواب با صواب سے ممنون فرماوینگے۔ ورنہ اگر ایسا ریویو کسی اور اخبار میں ہوتا تو مجھے کچھ بھی پروا نہ تھی۔ مگر وطن میں ایسی فاش غلطی دیکھکر بحیثیت ضعیف کے سکوت ناگوار گذرتا ہے۔ جناب مرزا صاحب نے جن دلائل سے وفات مسیح کو ثابت کیا اور مسیح کی قبر کا ثبوت دیا ہے وہ ذرا نگاہ غور سے نہیں دیکھا … ملاحظہ فرمائیں تو وہ سکیں ذرہ لاکھوں ابطال جیسے رسالے لکھ کر ہیں + خاکسار محمد یحییٰ از داتہ ضلع ہزارہ

مسیح موعود کی تعلیم

گذشتہ اشاعت سے آگے

خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اسکے نام کے لیے غیرت مند نہیں اسکا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گدوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے۔ وہ جو اس کے لیے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائے گا۔ وہ جو اسکے لیے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اس کے لیے دنیا سے توڑتا ہے وہ اسکو ملے گا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اسکے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جائے۔ دنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے جن میں سے ایک طاعون بھی ہے سو تم خدا سے صدق کے ساتھ پنجہ مارو تا وہ یہ بلائیں تم سے دور رکھے کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو اور کوئی آفت دور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔ تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا اگر کوئی طاقت رکھے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔ اور تمہارے لیے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دینگے وہ آسمان پر عزت پائینگے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے انکو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اسکے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخرکار اسکی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لیے ضروری تھا کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک کہ محمدی سلسلہ کے لیے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لیے دیا گیا تھا اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ موسیٰ نے وہ متاع پائی جسکو قرون اولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائے جسکو موسیٰ کا سلسلہ کھو چکا تھا اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزارہا درجہ بڑھ کر مثیل موسیٰ موسیٰ سے اور مثیل ابن مریم ابن مریم سے بڑھ کر۔ اور وہ مسیح موعود نہ صرف مدت کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا جیسا کہ مسیح ابن مریم موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا بلکہ وہ ایسے وقت میں آیا جبکہ مسلمانوں کا وہی حال تھا جیسا کہ مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں کا حال تھا سو وہ میں ہی ہوں خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے نادان ہے وہ جو اس سے لڑے اور جاہل ہے وہ جو اس کے مقابل پر یہ اعتراض کرے کہ یوں نہیں بلکہ یوں چاہیے تھا اور اس نے مجھے چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے جو دس ہزار سے بھی زیادہ ہیں از انجملہ ایک طاعون بھی نشان ہے پس جو شخص سچے دل سے بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت میں محو ہو کر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے وہی ہے جو ان آفتوں کے دنوں میں میری روح اسکی شفاعت کرے گی۔ سواے اے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اُس وقت میری جماعت شمار کیے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لیے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے سو خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا سو تم اسکو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کیے جاؤ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اسکی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے اگرچہ سب اسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اسکو چنتا ہے وہ اس کے پاس آجاتا ہے جو اسکے پاس جاتا ہے جو اسکو عزت دیتا ہے وہ اسکو بھی عزت دیتا ہے۔

تم اپنے دلوں کو سیدھے کرکے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کرکے اسکی طرف آجاؤ کہ وہ تمہیں قبول کرے گا عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے اب بعد اسکے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا یہی بھید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وہ میں ہی ہوں اور عیسیٰ دوبارہ نہیں آئیگا اور تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے اور کشمیر سرینگر محلہ خانیار میں اسکی قبر ہے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اس کے مرجانے کی خبر دی ہے اور اگر اس آیت کے اور معنی ہیں تو عیسیٰ بن مریم کی موت کی قرآن میں کہاں خبر ہے۔ مرنے کے متعلق جو آیتیں ہیں اگر وہ اور معنی رکھتی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف سمجھتے ہیں تو گویا قرآن نے اس کے مرنے کا کہیں ذکر نہیں کیا کہ وہ کسی وقت مرے گا بھی خدا نے ہمارے نبی کے مرنے کی خبر دی مگر سارے قرآن میں عیسیٰ کے مرنے کی خبر نہ دی اسمیں کیا راز ہے اور اگر کہو کہ عیسیٰ کے مرنے کی خبر اس آیت میں ہے کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم سو یہ آیت تو صاف دلالت کرتی ہے کہ وہ عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے مر چکے ہیں غرض اگر آیت فلما توفیتنی کے یہ معنی ہیں کہ مع جسم زندہ عیسیٰ کو آسمان پر اٹھا لیا تو کیوں خدا نے ایسے شخص کی موت کا سارے قرآن میں ذکر نہیں کیا جسکی زندگی کے خیال نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا گویا خدا نے اسکو ہمیشہ کے لیے اکیلے زندہ رہنے دیا کہ تا لوگ مشرک اور بے دین ہو جائیں اور گویا یہ لوگوں کی غلطی نہیں بلکہ خدا نے یہ سب کچھ خود کیا تا لوگوں کو گمراہ کرے خوب یاد رکھو کہ بجز موت مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آسکتی سو اس سے فائدہ کیا کہ برخلاف تعلیم قرآن اسکو زندہ سمجھا جائے اسکو مرنے دو تا یہ دین زندہ ہو۔ خدا نے اپنے قول سے مسیح کی موت ظاہر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اسکو مردوں میں دیکھ لیا اب بھی تم ماننے میں نہیں آتے یہ کیسا ایمان ہے کیا انسانوں کی روایتوں کو خدا کے کلام پر مقدم رکھتے ہو یہ کیا دین ہے اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف گواہی دی کہ میں نے مردہ روحوں میں عیسیٰ کو دیکھا بلکہ خود مر کر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اس سے پہلے کوئی زندہ نہیں رہا۔ پس ہمارے مخالف جیسا کہ قرآن کو چھوڑتے ہیں ویسا ہی سنت کو چھوڑتے ہیں کیونکہ مرنا ہمارے نبی کی سنت ہے۔ (باقی)

حضرت اقدس کی پرانی اور اچھوتی تحریرین

(صرف الحکم کے کالموں میں شایع ہوتی ہیں)

ضرورتِ قرآن

قرآن شریف کی ضرورت پر ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ پہلی کتابیں موسیٰ کی کتاب توریت سے انجیل تک ایک خاص قوم کیلئے تہیں لہذا دوسروں کی ہدایتیں بھی عام فائدہ کے لئے نہیں تہیں بلکہ ہر ایک حکم میں خاص قوم ملحوظ تہی مگر قرآن شریف کا مد نظر کوئی خاص قوم نہیں ہے بلکہ تمام قومیں ہیں مثلاً توریت کہتی ہے کہ تو خون نہ کر اور اس کا مدعا یہ ہے کہ اے یہود کی قوم تو خون مت کر اور قرآن بھی کہتا ہے کہ تو خون مت کر مگر اس کا مدعا یہ ہے کہ اے تمام دنیا تو خون مت کر مثلاً توریت کہتی ہے کہ تو زنا مت کر پس اُس کا خاص مدعا یہ ہے کہ اے قوم یہود تو زنا مت کر اور قرآن بھی کہتا ہے کہ تو زنا مت کر اور اس کا مدعا یہ ہے کہ اے باشندگان تمام دنیا تم زنا مت کرو۔ پس جبکہ قرآن اسلئے ہے کہ تمام دنیا کو امر معروف اور نہی منکر سناوے اور توریت اسلئے آئی ہے کہ تا صرف یہود کو امر معروف نہی منکر سناوے تو کیونکر توریت کافی ہو سکتی تہی اور کب یہ بات انسان کے اختیار میں تہی کہ خود بخود توریت کی محدود بیان کی توسیع کر دیتا بلکہ اس توسیع کیلئے نئی وحی کی ضرورت تہی جو توسیع کی بنیاد ڈالتی اور وہ قرآن ہے غرض کسطرح توریت قرآن کا کام نہیں دے سکتی توریت کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی دس بیس آدمی کی دعوت کرے اور انکی خوراک کے اندازہ پر روٹی پکاوے اور انکو بیٹھنے کے اندازہ پر فرش بچھاوے اور انکی شب باشی کے اندازہ پر گھر بنا دے اور قرآن کی یہ مثال ہے کہ جیسے کوئی دس لاکھ آدمی کی دعوت کرے اور ان کے اندازہ پر کھانا اور فرش اور گھر وغیرہ طیار کرے اور نیز قرآن کا منشا یہ تہا کہ تمام اقسام کے بد خیال اور بد عقاید کو دور کرے اور جہاں تک خدائی پیدایش اور مخلوقات میں قیامت تک خرابیاں ہونی ممکن ہے اُن خرابیوں کو دور کرے لیکن توریت کا منشا صرف اسقدر تہا کہ جو جو امراض یہود کو لاحق تہی ان کا علاج کرے سو یہ قرآن شریف کے لئے ضرورتیں ہیں۔

اسمیں شک نہیں کہ یسوع خاص بنی اسرائیل کے لئے آیا تہا اور اس کے مخاطب یعنی اسرائیل تہے پس اس صورت میں کفارہ کا منصوبہ جو گھڑا گیا ہے۔ علاوہ اس کے اُس بطلان کے جو ہم لکھ چکے ہیں دوسری قوموں کو اس سے کچھ غرض نہیں اور یسوع نے صاف اقرار کر دیا ہے کہ میں بنی اسرائیل کے گمشدہ بھیڑوں کیلئے آیا ہوں۔ پس جس حالت میں وہ اسرائیل کے گمشدہ بھیڑوں کے لئے آیا تو اس کا کفارہ کل جہان کیلئے کیونکر ہو سکتا ہے جس کے لئے آیا اُن کے لئے مرتا تہا دوسروں کو اسکی موت یا زندگی سے کیا غرض چنانچہ خود یسوع نے صرف اسی قدر کہا کہ میں صرف اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کو ڈھونڈتا آیا ہوں بلکہ متی باب آیت پانچ میں صاف طور پر اپنے شاگردوں کو وصیت کی چنانچہ اسی باب کی آیت پانچ میں یہ عبارت ہے ان بارہوں کو یسوع نے فرما کے بہیجا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ پہر اسی باب کی آیت ۲۳ میں لکھا ہے کہ جب وے تمہیں ایک شہر میں ستاویں تو دوسرے میں بھاگ جاؤ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چکوگے جب تک کہ ابن آدم نہ آئے۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کو اسرائیل کی قوم کو تبلیغ کرنا منظور تہا اور یہ بھی ان آیات سے نکلتا ہے کہ اسوقت یہودی لوگ تمام دنیا میں متفرق ہو چکے تہے اور انکو ہر ایک شہر میں جانا دو تین سال کا کام نہ تہا سو اس عبارت کا تمام مطلب حل ہو جاتا ہے کہ جب یروشلم اور اس کی گرد نواح کے یہودیوں نے یسوع کو منظور نہ کیا تو اس نے اپنے شاگردوں کو نصیحت کی کہ وہ اور شہروں میں جہاں جہاں یہودی ہیں جاویں۔ اور کسی مقام میں یہ جو لکھا ہے کہ یسوع تمام جہان کیلئے آیا تہا اس کے یہی معنے ہونگے کہ تمام جہان کے یہودیوں کیلئے۔

محمد الدین عیسائی نے یہ اعتراض پیش کیا کہ دنیا کے قوانین میں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ اگر کسی پر کوئی جرم ثابت ہو تو وہ مثلاً یہ عذر پیش کرے کہ میں اس قدر غریبوں کو کہانا کہلایا کرتا ہوں اور وہ عذر منظور ہو جائے بلکہ سزا جرم کی ضرور ملتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس جگہ کوئی ایسی نیکی ہو کہ جرم کا مواخذہ کرے بیشک اس سے گناہ معاف ہو جاتا ہے مثلاً کوئی شخص پہانسی دینے کے لائق تہا اسی عرصہ میں ایک شہزادہ کو جو غرق ہو کر مرنے لگا تہا موت سے بچا لیا سو اتنی بڑی نیکی ضرور بادشاہ کے حضور میں اسکی شفیع ہو جائیگی۔ اور وہ موت سے بچایا جائیگا بے شک گناہ کیلئے حدود مقرر ہیں قانون انسانی میں اور خدا کی کتابوں میں بھی مگر بڑی نیکی ان حدود کو بھی ضرور مٹا دیتی ہے۔ جو زانی سنگسار کرنیکے لایق ہو اگر اسلام کی حمایت میں ایسے وقت میں اس سے کوئی بہاری نیکی ہو جائے جبکہ اسلام تباہ ہونیکو تہا اور اس نے بچا لیا تو بیشک وہ نیکی اسکی شفیع ہو جائیگی اسی اصول پر ہے جو لکھا ہے جو اسلام سب گناہوں کو ہدم کرتا ہے کیونکہ یہ بڑی بہاری نیکی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الحسنات یذھبن السیئات ہاں اکثر حدود کے وقت میں یہ ثابت ہونا مشکل ہے کہ اس شخص سے ایسی نیکی ہوئی ہے جو حد کو مانع آگئی ہے اسلئے جرایم کے حدود نہیں رکہیں پہر اگر وہ شخص اگر خدا تعالیٰ کے نزدیک حقیقت میں نیک بخت ہے۔ تو اس حد کا بھی اس کو بڑا ثواب ملیگا اور شہیدوں میں داخل ہوگا عیسائی بھی اس بات کے قایل ہیں کہ اگر کوئی عیسائی چوری کرے تو ضرور اس کو سزا ملیگی سو یہ سزا دنیا کے انتظام کیلئے ہے خدائی سزا سے نیکی کرنیوالا ضرور بچ جائیگا۔ قرآن صاف ہدایت کرتا ہے کہ ہر ایک گناہ توبہ سے بخشا جاتا ہے۔

ہمیشہ کا قاعدہ ہے کہ نبی نبوت کا دعوے آپ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ بھی اس کتاب میں جو اس پر نازل ہوئی یہ بیان فرماتا ہے کہ یہ نبی یا رسول ہے مگر متی اور یوحنا نے کہیں دعویٰ نہیں کیا کہ ہم نبی ہیں اور نہ خدا تعالیٰ کیطرف سے کوئی تصدیق ان کتابوں میں موجود ہے بلکہ عیسائیوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ یہ آپ مسیح کے رسول ہیں اور یسوع نے ان پر الہام کیا ہے ایسی صورت میں اور بھی مشکل پڑتی ہے کیونکہ پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ یسوع درحقیقت خدا ہے اور اگر یسوع خدا نہیں تو عیسائیوں کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ نبی ہی نہیں خاص اور عیسائی ہیں تو قطعی طور پر اقرار کرنا پڑ گیا کیونکہ وہ یسوع کے خدا ہونیکے قائل نہیں اسلئے ماننا پڑا کہ یہ چاروں انجیلیں الہامی نہیں ہیں پس جس صورت میں ان اناجیل کا الہامی ہونا ثابت نہیں ہو سکتا تو جو باتیں جو انہیں درج ہیں تو وہ اسطور سے قبول کرنیکے لائق نہیں جیسا کہ ایک الہامی امر کو انسان آنکھ بند کر کے قبول کرے بلکہ یہ سوانح ہیں جو لوگوں نے اپنی طرف سے لکہی ہیں لیکن سوانح کے قبول کرنیکے لئے تین امر کی ضروری شرط ہے (۱) اول یہ کہ سوانح نویس کاذب نہ ہو کیونکہ کاذب کے قول پر کچھ اعتبار نہیں۔ دوسری کہ سوانح نویس کے حافظہ میں خلل نہ ہو تیسری یہ کہ سوانح نویس اپنے چشم دید روئیت بیان کرے۔ لیکن یہ تینوں شرطیں انجیلوں میں نہیں پائی جاتیں اسلئے گو ان میں کتنے ہی معجزات درج ہوں تب بھی وہ قبول کرنیکے لائق نہیں ہم اسجگہ اناجیل کے تحریف کا دعویٰ نہیں کرتے کیونکہ تحریف میں یہ امر تسلیم کیا جاتا ہے کہ کسی وقت میں کتابیں صحیح تہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ کسی وقت میں بھی یہ کتابیں صحیح نہیں تہیں ہاں ضرور ہے کہ ایک انجیل حضرت عیسیٰ پر بحیثیت نبی ہونے کے نازل ہوئی ہوگی مگر وہ انجیل میں موجود نہیں ہے ایسی انجیل کی بھی قرآن سے ہی تصدیق ہوگی اگر کہیں کہ کسطرح وہ انجیل گم ہوگئی تو میں کہتا ہوں کہ اسیطرح جیسا کہ عبرانی انجیل گم ہو گئی

عیسائیوں نے روپیہ کے ذریعہ سے اور مال کی طمع سے لوگوں کو مرتد کر کے اس ملک میں بد چلنی کو بڑھا دیا ہے اکثر لوگ جب انکی آئندہ امداد سے نا امید ہو جاتے ہیں تو فی الفور اسلام کیطرف رجوع کرتے ہیں لیکن چونکہ پادریوں کے دلوں میں رائج ہو چکی ہو اور مفت خوری کی عادت پڑ جاتی ہے اس لئے وہ اسلام میں کام کے بھی نہیں رہتے۔ کبھی مسلمانوں کیطرف آتے ہیں کبھی عیسائیوں کیطرف جاتے ہیں اور بعض متلاشی کے رنگ میں پھرتے رہتے ہیں۔ اور بعض کسی جگہ اپنے تئیں عیسائی ظاہر کرتے ہیں اور کسی جگہ مسلمان غرض شکم پرستی کی عادتیں پختہ ہو جاتی ہیں

حضرت مسیح کا بن باپ پیدا ہونا ایک بڑی بہاری بھید پر دلالت کرتا تہا اور وہ یہ کہ خدا نے مرد کی طرف سے سلسلہ بنی اسرائیل میں نبی لانا ترک کر دیا اور صرف ماں کی نسبت سے یسوع نبی اسرائیل میں سے کہلایا۔

مسیحائی طور پر یہ عادت یا یوں کہو کہ انسانی سیح کی خاصیت ثابت ہو گئی ہے کہ وہ زہر کہانے کا بھی عادی ہو جاتا ہے بعض کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کئی تولہ افیون کہا لیتے ایسا ہی بعض کو میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ ایک خطرناک وزن دو تولہ سنکھیا کہاتے ہیں جس سے کم سے کم تین انسان بلا توقف مر سکتے ہیں بعض سم الفار کے نیکو عادی دیکھے گئے جس سے دو انسان بالضرور مر جائیں اور کسیطرح جان بر نہ ہو سکیں پس اس سے یہ فلاسفی پیدا ہوتی ہے کہ روحانی زہر پینے گناہ کیلئے بھی کوئی ایسا ہی قانون طبعی مقرر ہے شاید ہم اگر جسمانی قانون میں کچھ زیادہ غور کریں تو اس دلیل کو پالیں۔

یکم جون ۱۹۰۳ء قبل از شام بحاضری مولوی الٰہی بخش صاحب بنارسی و دیگر احباب)

رقیمہ خواجہ کمال الدین صاحب

دعا کی مثال ایک چشمہ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے وہ جب چاہے اس چشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کر سکتا ہے جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح مومن کا پانی دعا ہے کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا اس دعا کا ٹھیک محل نماز ہے جس میں وہ راحت اور سرور مومن کو ملتا ہے کہ جس کے مقابل ایک عیاش کا کامل درجہ کا سرور جو اسے کسی بدمعاشی میں میسر آسکتا ہے ہیچ ہے بڑی بات جو دعا میں حاصل ہوتی ہے وہ قرب الٰہی ہے دعا کے ذریعہ ہی انسان خدا کے نزدیک ہو جاتا اور اسے اپنی طرف کھینچتا ہے جب مومن کی دعا میں پورا اخلاص اور انقطاع پیدا ہو جاتا ہے تو خدا کو بھی اس پر رحم آجاتا ہے اور خدا اس کا متولی ہو جاتا ہے اگر انسان اپنی زندگی پر غور کرے تو الٰہی تولی کے بغیر انسانی زندگی قطعاً تلخ ہو جاتی ہے دیکھئے کہ جب انسان حد بلوغت پر پہنچتا ہے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھنے لگتا ہے تو ناکامیابیوں اور قسما قسم کے مصائب کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے وہ ان سے بچنے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرتا ہے دولت کے ذریعہ۔ اپنے تعلق حکام کے ذریعہ۔ قسما قسم کے حیلہ و فریب کے ذریعہ وہ بچاؤ کی راہ نکالتا ہے لیکن مشکل ہے کہ وہ ان میں کامیاب ہو۔ بعض وقت ایسی ناکامیوں کا انجام خودکشی ہو جاتی ہے اگر ان دنیاداروں کے غموم و ہموم اور تکالیف کا مقابلہ انبیاء کے مصائب کے ساتھ کیا جاوے تو انبیاء علیہم السلام کے مصائب کے مقابل اول الذکر جماعت کے بالکل ہیچ ہیں لیکن یہ مصائب شدید اس پاک گروہ کو رنجیدہ یا محزون نہیں کر سکتے انکی خوشحالی اور سرور میں فرق نہیں آتا کیونکہ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی گود میں پھر رہے ہیں دیکھو اگر ایک شخص کا ایک حاکم سے تعلق ہو اور مثلاً اس حاکم نے اسے اطمینان بھی دیا ہو کہ وہ اپنے مصائب کے وقت اس سے استعانت کر سکتا ہے تو ایسا شخص کسی ایسی تکلیف کے وقت جبکی گرہ کشائی اس حاکم کے ہاتھ میں ہے عام لوگوں کے مقابل کم درجہ رنجیدہ و غمناک ہوتا ہے تو پھر وہ مومن جس کا اس قسم کا بلکہ اس سے بھی زیادہ مضبوط تعلق احکم الحاکمین سے ہو وہ کب مصائب شدائد کے وقت گھبراوے گا انبیاء علیہم السلام پر جو مصیبتیں آتی ہیں اگر اُن کا عشر عشیر بھی اُن کے غیر پر وارد ہو تو اس میں زندگی کی طاقت باقی نہ رہے یہ لوگ جب دنیا میں بغرض اصلاح آتے ہیں تو انکی کل دنیا دشمن ہو جاتی ہے لاکھوں آدمی ان کے خون کے پیاسے ہوتے ہیں لیکن یہ ظاہر کہ دشمن بھی اُن کے اطمینان میں خلل انداز نہیں ہو سکتے اگر ایک شخص کا ایک دشمن بھی ہو تو وہ کسی لحظہ بھی اُسکے شر سے امن میں نہیں رہ سکتا چہ جائے کہ ملک کا ملک انکا دشمن ہو اور پھر یہ لوگ با امن زندگی بسر کریں ان تمام ناکامیوں کو ٹھنڈے دل سے برداشت کریں یہ برداشت ہی معجزہ و کرامت ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی استقامت اُن کے لاکھ معجزوں سے بڑھ کر ایک معجزہ ہے۔ کل قوم کا ایک طرف ہونا۔ دولت۔ سلطنت دنیوی وجاہت۔ حسینہ جمیلہ بیبیاں وغیرہ سب کچھ کے لالچ قوم کا اس شرط پر دینا کہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ لا الٰہ الا اللہ سے رک جاویں لیکن ان سب کے مقابل جناب رسالتمآب کا قبول کرنا اور فرمانا کہ میں اگر اپنے نفس سے کرتا تو یہ سب باتیں قبول کرتا میں تو حکم خدا کے ماتحت یہ سب کچھ کر رہا ہوں اور پھر دوسری طرف سب تکالیف کی برداشت کرنا یہ ایک فوق الطاقت معجزہ ہے یہ سب طاقت اور برداشت اُس دعا کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے جو مومن کو خدا نے عطا کی ہے جان لوگوں کی مدد تک دعا بعض وقت قاتلوں کے سفاکانہ حملہ کو توڑ دیتی ہے حضرت عمر کا آنحضرت کے قتل کے لئے جانا آپ لوگوں نے سنا ہوگا۔ ابوجہل نے ایک قسم کا اشتہار قوم میں دے رکھا تھا کہ جو جناب رسالتمآب کو قتل کرے گا وہ اُس سے بہت کچھ انعام و اکرام کا مستحق ہوگا حضرت عمر نے مشرف باسلام ہونے سے پہلے ابوجہل سے معاہدہ کیا اور قتل حضرت کے لئے آمادہ ہو گیا۔ انکو کسی عمدہ وقت کی تلاش تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت نصف شب کیوقت خانہ کعبہ میں بغرض نماز آتے ہیں۔ یہ وقت عمدہ سمجھکر حضرت عمر سر شام خانہ کعبہ میں جا چھپے ابھی رات کے وقت جنگل میں سے لا الٰہ الا اللہ کی آواز آنی شروع ہوئی حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ جب آنحضرت سجدہ میں گریں تو اُس وقت قتل کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درد کے ساتھ مناجات شروع کی اور سجدہ میں اسطرح حمد الٰہی کا ذکر کیا کہ حضرت عمر کا دل پسیج گیا انکی ساری جرأت جاتی رہی اور انکا قاتلانہ ہاتھ سست ہو گیا نماز ختم کر کے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھر کو چلے تو انکے پیچھے حضرت عمر ہو گئے آنحضرت نے آہٹ پاکر دریافت کیا اور معلوم ہونے پر فرمایا کہ ای عمر کیا تو میرا پیچھا نہ چھوڑے گا حضرت عمر بددعا کے ڈر سے بول اٹھے کہ حضرت میں نے آپ کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا ہے مجھیں بددعا نہ کیجیے گا چنانچہ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ وہ پہلی رات تھی جب مجھ میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی سو میرے نزدیک شق القمر کا معجزہ ایسا زبردست معجزہ نہیں جیسے رسول پاک کی استقامت ایک معجزہ ہے اس میں شک نہیں کہ ضرورت وقت کے لحاظ سے انبیاء علیہم السلام معجزے دکھلاتے ہیں اور نزول ہدایت اپنے اندر رکھتے ہیں لیکن ان سب معجزات سے بڑھ کر استقامت ایک معجزہ ہے۔ آج چوبیس سال گذر گئے جب مجھے دعویٰ وحی و الہام کا کیا جو لوگ میرے پاس رات دن رہتے ہیں وہ دیکھتے ہیں اور گواہ بیان کر سکتے ہیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ مجھے اپنے کلام سے مشرف کرتا ہے اور کسطرح جو کچھ ظاہر کیا جاتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ کیا میں ہر روز افترا کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ بھی اسقدر صابر ہے کہ ایسے مفتری کو مہلت دے رہا ہے پیغمبر صاحب کو تو یہ حکم کہ اگر تو ایک افترا بھی باندھتا تو میں تیری رگ گردن کاٹ دیتا جیسے کہ آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین سے ظاہر ہوتا ہے اور یہاں چوبیس سال سے روزانہ افترا خدا پر ہو اور خدا اپنی سنت قدیمہ کو نہ برتے بدی کرنے میں اور جھوٹ بولنے پر کبھی مداومت اور استقامت نہیں ہوتی آخر کار انسان دروغ کو چھوڑ ہی دیتا ہے لیکن کیا میری ہی فطرت ایسی ہو رہی ہے کہ میں چوبیس سال سے اس جھوٹ پر قائم ہوں اور برابر چل رہا ہوں اور خدا بھی الٹا خاموش ہے اور بالمقابل ہمیشہ تائیدات پر تائیدات کر رہا ہے پیشگوئی کرنا اعلام غیب ہے حصہ پا کسی ایک معمولی ولی کا مجوزہ نہیں یہ نعمت اُسکو عطا ہوتی ہے جو حضرت احدیت میں خاص عزت اور وجاہت رکھتا ہے اب دیکھ لیا جاوے کہ خدا تعالیٰ نے کسقدر پیشگوئیاں میرے ہاتھ پر پوری کیں براہین احمدیہ اور سب جو خبریں آئندہ حالات درج ہیں انکو دیکھا جاوے اور پھر میرے آجکل کے حالات کو دیکھا جاوے کہ وہ تمام کسطرح پوری ہو رہی ہیں پھر جو نشانات مسیح موعود کے زمانہ کے آثار ہیں موجود نہیں کیا وہ اسی زمانہ میں پورے ہو گئے رمضان میں کسوف خسوف کا ہونا ریل کا جاری ہو کر اونٹنیوں کا حجاز میں بیکار ہو جانا طاعون کا نمودار ہونا یہ سب علامات ہیں جو زمانہ مہدی کے ساتھ مختص ہیں یہ خدا نے کیوں پورے کیے کیا ایک کذاب اور مفتری علی اللہ کی مدد کے لئے جو چوبیس سال سے برابر افترا باندھ رہا ہے آخر میں پھر یہ وصیت کرتا ہوں کہ عمر کا کوئی بھروسہ نہیں یہ وقت ہے اسکو غنیمت سمجھا جاوے یہ خدا تعالیٰ کے نشان ہیں ان سے منہ موڑنا خدا تعالیٰ کی حکم عدولی ہے دیکھو ایک مجازی حاکم کا پیادہ اگر آجاوے اور پیادہ جس حکم کو لاتا ہے انکی پرواہ نہ کی جاوے تو پھر یہ حکم عدولی کیسے برے نتائج پیدا کرتی ہے سمجھ جاؤ گے خدا تعالیٰ کی حکم عدولی دنیا میں جب کبھی کوئی خدا کا مرسل آوے گا وہ انسان ہی ہوگا اُسکے اوضاع و اطوار انسانوں والے ہی ہونگے آخر فرشتہ کو تو نہیں آنا۔ یہ لوگ اُسکے لوازم انسانیت سے گھبرا جاتے ہیں اور انکی آنکھوں کے سامنے ایک حجاب ہے جو اُسکے جامہ نبوت کو چھپائے ہوئے ہے لیکن یہ حجاب ضرور رہیگا جس میں ہر ایک نبی مستور ہوتا ہے مبارک ہے وہ جو اس حجاب کے اندر اُس شخص کو دیکھ لے

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

اب غفلت چھوڑ دو

پنجاب امریکن پریسبٹرین چرچ مشن کی رپورٹ

نمبر ۷ کا خلاصہ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے حسب ذیل شائع کیا ہے۔ "ہندوستانی طلباء تک بہت آسانی کے ساتھ رسائی ہو سکتی ہے اور اگر ان کے ساتھ دوستی اور ہمدردی کا برتاؤ کیا جاوے تو خاص کر وہ نصیحت کو قبول کرتے ہیں یہ بات بہت سچے طور سے بیان کی جا سکتی ہے کہ ان لوگوں تک آسانی ہو سکتی ہے اور ایسے طلباء شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں جو مقصد زندگی اور تربیت پر ہوں وہ اپنے استادوں کی دلی طور پر عزت کرتے ہیں اور بڑے ذہین ہوتے ہیں انکی طبیعت موم کیطرح ہوتی ہے ان میں ثبات و استقلال اور دینی اخلاق وہ کم ہوتی ہے جسکی وجہ سے اپنے عقائد میں مستحکم نہیں ابھی تک اس بات کی ضرورت پائی جاتی ہے کہ اوصاف مندرجہ بالا ان میں پیدا کیے جاویں اور ان اوصاف کے پیدا کرنے میں ترقی کی جاوے اور ہمارے یقین ہے

حضرت حکیم الامۃ کا دوسرا وعظ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اس وقت اس دور دراز ملک کی سفر کی جو طیاری کی گئی ہے تو اسکی کیا غرض ہے؟ اسکی غرض بھی وہی ہے جو صحابہ کے سفروں کی تھی۔ یعنے اللہ تعالےٰ کے احکام کی تبلیغ اور اسلام کی عزت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو ظاہر کرنا۔ اس وقت ایک قوم موجود ہے جس نے اللہ تعالےٰ کی صفات ایک عاجز انسان کو دی رکھی ہیں اور اسے خدا بنا کر دنیا کو منوانا چاہتا ہے یہ قوم عیسائیوں کی قوم ہے وہ مسیح کو خالق مانتے ہیں شافی مانتے ہیں محی مانتے ہیں اور عالم الغیب مانتے ہیں۔ اور سب سے افسوسناک بات یہ ہے کہ مسلمان جو ایک ہی حقیقی خدا کے پرستار تھے وہ اعتقادی طور پر ان کے ساتھ ہی ہیں یعنے اسی قسم کے صفات مسیح میں یقین کرتے ہیں وہ یہ جدا امر ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم مسیح کو خدا نہیں مانتے مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ وہ خدائی کے صفات ان میں یقین کرتے ہیں حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی ایک مثال بارہا دیا کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی ایسی حالت ہے جیسے کوئی شخص کسی مردہ کو کہے کہ یہ مر گیا ہے لیکن دوسرا شخص کہے کہ ہاں اسکی نبض بھی نہیں چلتی۔ سانس بھی بند ہے۔ کسی قسم کی حس و حرکت باقی نہیں ہے لیکن ہے زندہ عیسائی تو صاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ وہ خدا ہے۔ مگر مسلمان اپنی غلط فہمی سے یہ کہتے ہیں کہ نہیں خدا تو نہیں ہے یہ غلط ہے۔ البتہ وہ شافی ہے اسیطرح جسطرح اللہ شافی ہے غیب دان ہے مردوں کو زندہ کرنیوالا بھی ہے۔ حی و قیوم ہے پھر بتاؤ اس کے خدا ہونے میں کیا شک باقی رہا۔ مسلمانوں نے ایک اور بات بھی مسیح کے متعلق مان رکھی ہے جو دیگر انبیاء میں وہ نہیں مانتے کہ صرف مسیح ہی مس شیطان سے پاک ہے میں جب ان باتوں کو سنتا ہوں تو سخت حیرت اور افسوس ہوتا ہے کہ وہ جو موحد کہلاتے ہیں۔ ان کا اعتقاد اس قسم کا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی توحید کو زندہ کرنے کیواسطے اور اس عقیدہ کو دور کرنے کے لئے حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند فرمایا ہے کہ ہمارے بعض احباب سفر کریں اور جو کچھ باتیں معلوم ہوئی ہیں انکی تصدیق کر لاویں۔ مسیحی مذہب کی شکست کے لئے اس سے بڑھ کر کارگر حربہ نہیں ہو سکتا کہ یہ ثابت ہو جاوے کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مرا ہے اور صلیب پر نہیں مرا اس حربہ کی حقیقت سے وہ لوگ خوب مزا اٹھا سکتے ہیں جو عیسائی مذہب کے اصولوں سے واقف ہیں اور ان کو ان کے ساتھ کبھی کلام کرنے کا موقع ہوا ہے۔

غرض اس بات کیلئے یہ اہتمام کیا گیا ہے یہ تو میرے نزدیک ایک چھوٹی سی بات ہے جو حضرت امام کے اس جوش کا نمونہ ہے جو توحید کے قائم کرنے کیلئے اس کے دل میں ہے والا وہ دکھ اور کیفیت جو اس کے دل و دماغ میں پہونچی ہے تم اُس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ نہ وہ دل ہے اور نہ وہ مزا اور لذت ہے اسی توحید کے پھیلانے کیواسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع کو کیا کیا تکالیف برداشت کرنی پڑی تھیں پھر آج یہ کام آسان کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس وقت تو مشکلات اور بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

اس لئے بہت بڑی توجہ کی ضرورت ہے اور ہر شخص اسقدر توجہ نہیں کر سکتا جب تک خدا تعالیٰ کیطرف سے ہی اسکی تائید نہ ہو۔ تم جانتے ہو کہ جس شخص نے سارے جہان میں قرآن شریف کی عظمت کا بیڑا اٹھایا ہے اس کو کسقدر مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

الغرض

چونکہ قرآن شریف کی عظمت ہی اسے مقصود ہے اس لئے اس کے واسطے یہ ہر قسم کی تکالیف اور مشکلات اٹھانے کو ہر وقت طیار رہتا ہے اور یہی اس کی کامیابی کی دلیل ہے۔ کوئی مشکل اور تکلیف اس کے حوصلہ کو پست نہیں کر سکتی۔

پھر دوسری بات جو سکھائی گئی ہے منعم علیہ بننے کیواسطے وہ شفقت علی خلق اللہ ہے جیسے مما رزقناھم ینفقون اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے کچھ خرچ کرتے ہو یہاں کوئی چیز مخصوص نہیں فرمائی۔ بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرنے پر تو زبان دی ہے خدا کی عظمت اور جبروت کے اظہار کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے اظہار کیواسطے پس اس سے یہ کام لو۔ حق گوئی کیلئے اسے کھولو۔ جب کوئی آپ کے مقابلہ میں گندہ دہنی کر رہا ہو تو جادلھم بالتی ھی احسن پر عمل کرکے نہایت پاکیزہ اور معقول اور مدلل طریق سے اسکی زبان بند کرنے کی کوشش کرو۔ اور اس کے گند کے بالمقابل ایک اعلےٰ درجہ کا محکمہ حفظ صحت قایم کرو جبکہ مخالف قسم قسم کے ردی اور مضر صحت (روحانی) مواد پھیلانا چاہتا ہے۔ تو شائستہ باتوں سے ان کو دور کرو۔ اسیطرح اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو خدا کے لئے مخلوق کی ہمدردی اور بھلائی میں خرچ کرو اور ایسا ہی اگر اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے کپڑا دیا ہے غرض جو کچھ دیا ہے اسے مخلوق کی ہمدردی اور نفع رسانی کے لئے خرچ کرو۔ میں دیکھتا ہوں کہ اکثر لوگ نئے کپڑے بناتے ہیں لیکن وہ پرانے کپڑے کسی غریب کو نہیں دیتے بلکہ اسے معمولی طور پر گھر کے استعمال کیلئے رکھ لیتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ اگر کسی کو خدا کے فضل سے نیا ملتا ہے اور خدا تعالیٰ نے اسکو اس قابل بنایا ہے کہ وہ نیا کپڑا خرید کر بنالے تو وہ کیوں پرانا اپنے کسی غریب اور نادار بھائی کو نہیں دیتا اگر نیا جوتا لاتا ہے تو کیوں پرانا کسی اور کو نہیں دیدیتے ہو۔ اگر اتنی بھی ہمت اور حوصلہ نہیں پڑتا تو پھر نیا دینا تو اور بھی مشکل ہو جائیگا۔ خدا تعالیٰ نے تکمیل ایمان کیلئے دو ہی باتیں رکھی ہیں تعظیم لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ جو شخص ان دونوں کی برابر رعایت نہیں رکھتا وہ کامل مومن نہیں ہو سکتا۔ کیا تم میں سے اگر ایک شخص کی ایک ٹانگ کاٹ دیجاوے تو وہ نقصان نہ اٹھاویگا۔ اسیطرح ایمان کا بہت بڑا جزو ہے شفقت علیٰ خلق اللہ مگر میں دیکھتا ہوں کہ اسپر زیادہ توجہ ہی نہیں رہی اور یہی وجہ ہے کہ ایمان کا پہلا جزو و تعظیم لامر اللہ بھی نہیں رہا ہے۔ پس اسمیں ہرگز سستی اور غفلت نہ کرو خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی شکر گذاری یہی ہے کہ اوس کی مخلوق کو نفع پہونچایا جاوے۔ خدا کی مخلوق کو نفع پہونچانا درازی عمر کا باعث ہوتا ہے۔ کون ہے جو نہیں چاہتا کہ دنیا میں لمبی عمر پاوے۔ ہر شخص کے دل میں کم و بیش یہ آرزو موجود ہے مگر لمبی عمر کے حاصل کرنے کا اصل اور اچھا طریق یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق کو نفع پہونچایا جاوے۔ چنانچہ خود اللہ تعالےٰ نے اسکا فیصلہ کر دیا ہے۔ واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض درازی عمر کا ایک اور نسخہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ وہ استغفار ہے۔ پس جو چاہتا ہے کہ عمر سے تمتع اٹھاوے وہ اس نسخہ پر عمل کرے۔

اس لئے

جہانتک تم سے بن پڑتا ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور پھر جو کچھ اس نے دیا ہے اسکی مخلوق کی نفع رسانی کیواسطے اسے خرچ کرو۔ دل دیا ہے۔ تو پوری توجہ کے ساتھ دعائیں ہی مانگتے رہو اپنے لئے اور اپنے اور دوسرے لوگوں کیواسطے میں بار بار تاکید کرتا ہوں کہ منشاء الٰہی یہی ہے کہ اوس کی مخلوق کے ساتھ نیک سلوک ہو اس اصل کو کبھی مت بھولو کیونکہ منعم علیہ بننے کے واسطے اس پر عمل کرنا بڑا ہی ضروری ہے۔

جسقدر صداقتیں موجود ہیں اور جو احکام اللہ تعالےٰ نے دیئے ہیں ان سب پر عمل کرکے دکھاؤ۔ تاکہ نتیجہ میں سکھ پاؤ۔ اللہ تعالےٰ پر ایمان اور یقین کا نتیجہ یہی تو ہوتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل کرے اور اس کی نواہی سے بچے۔ جب انسان اس قسم کا بن جاتا ہے کہ الغیب پر ایمان لاتا ہے اور خدا کی عبادت کرتا اور اس کی مخلوق پر شفقت کرتا ہے۔ پھر خدا تعالےٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ہم اس کا بدلہ کیا دیں گے؟

اولئک ھم المفلحون۔

یہ لوگ مظفر و منصور ہو جائیں گے دنیا میں بامراد اور کامیاب ہونیکا یہ زبردست ذریعہ ہے۔ اور اس کا ثبوت موجود ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی لائف پر نظر کرو۔ انکی کامیابیوں اور فتحمندیوں کی اصل جڑ کیا تھی؟ یہی ایمان اور اعمال صالحہ تو تھے ورنہ اس سے پہلے وہی لوگ موجود تھے وہی اسباب تھے وہی قوم تھی۔

لیکن جب ان کا ایمان اللہ تعالےٰ پر ہوا اور ان کے اعمال میں صلاحیت اور تقوےٰ اللہ پیدا ہوا تو خدا تعالیٰ کے وعدوں کے موافق وہ دنیا میں بھی مظفر و منصور ہو گئے تاکہ انکی اس دنیا کی کامیابیاں آخرت کی کامیابیوں کے لئے ایک دلیل اور نشان ہوں یہ نسخہ صرف کتابی نسخہ نہیں ہے بلکہ ایک مجرب شدہ اور بارہا کا آزمودہ نسخہ ہے جو اسے استعمال کرتا ہے وہ یقیناً کامیاب ہوگا اور منعم علیہ گروہ میں داخل ہو جاویگا پس اگر تم چاہتے ہو کہ بامراد ہو جاؤ۔ تم چاہتے ہو کہ منعم علیہ ہو تو دیکھو اس نسخہ کو استعمال کرو۔

باقی آئندہ

یہاں کوئی چیز مخصوص نہیں فرمائی بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی ایک تقریر

(ایڈیٹر کے اپنے الفاظ میں)

آج میرے دل میں خیال آیا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو جو وصیت فرمائی وہ یہ ہے۔

لا تموتن الا وانتم مسلمون

بیٹے اے میرے بیٹو اسلام پر تمہاری موت ہونی چاہئیے۔ وہ کیا اسلام ہی تھا جس کی تمنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے کی ہے حقیقت میں یہ قابل غور امر ہے چھوٹی سی بات نہیں اتنا بڑا عظیم الشان انسان جو ابو الملۃ اور ابو الانبیاء کہلایا وہ بات کیا تھی جس نے اوس کو اتنا بڑا رتبہ دیا۔ میں جب اس سوال پر غور کرتا ہوں تو پھر میرے دل میں یہی آتا ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ وہ اسلام ہی تھا جس نے اون کو اسقدر معزز اور بزرگ بنا دیا۔ قرآن شریف میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آیا ہے۔

اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین۔

جب ابراہیم کو اس کے رب نے کہا کہ تو مسلمان بن جا اوس نے کہا کہ میں تو رب العالمین کا فرمانبردار ہو چکا پس وہ خلاص اور سعادت ہو کر حکم پاتے ہی فوراً اسکی تعمیل کر دی اور میرے الفاظ ہی میں نہیں قرآن شریف حضرت ابراہیم کی کی بعض حصوں کو اسکے ثبوت میں پیش کرتا ہے مثلاً کہا ابراھیم الذی وفی۔ وہ ابراہیم جس نے پوری وفاداری کی اور صدق وثبات کے ساتھ اسلام پر قائم رہا یا مثلاً کہا اذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمھن۔ جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں امتحان کرنا چاہا اوس نے انکو پورا کر دکھایا۔ اوس کی زندگی کے واقعات میں سے وہ عظیم الشان واقعہ کہ ایک رؤیا کی بنا پر اپنے بیٹے کو ذبح کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ حالانکہ اوسکی تاویل اور تعبیر ہو سکتی تھی اور حقیقتاً تعبیر ہی تھی کہ بیٹے کو ذبح نہ کیا جاوے مگر اس عاشق صادق نے تعبیر کو پسند نہیں کیا بلکہ اسی پر عمل کرنے کو طیار ہو گیا۔ مگر میرا مطلب اسوقت اور جو میرا مقصد اس بیان میں صرف یہ دکھانا ہے کہ عملی طور پر اسانی طور پر ہر غم و خوشی کیوقت میں وہ اسلام جو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وصیت کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسکا حکم ہوا وسیع اظہار اسلام کو اندر کیا ہے۔ جہانتک میں نے خدا کے کلام میں غور کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر کی ہے مجھے ایک ایسا مختصر جامع قول اور فعل اور تمغہ و نشان نظر آیا ہے کہ جسکی نظیر دوسری جگہ نہیں ملتی۔ اور کوئی اہل مذہب نہیں دکھا سکتا۔ وہ کیا ہے؟ وہ **الحمد للہ** کا لفظ ہے جو قرآن شریف کے شروع ہی میں ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے اسپر غور کرے کہ اوس کے اندر کیا حقیقت مخفی ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ تم میں سے بہت ہی تھوڑے ہیں جنہوں نے اسپر غور کی ہو۔

اگرچہ یہ الفاظ ہم ہر نماز میں منہ سے کہتے ہیں لیکن بہت ہی کم اسپر غور کیا ہو گا کہ اسکی حقیقت کیا ہے؟ میں تو اس کو کہہ میں غور کی ہے تو میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ یہ الحمد للہ اتنی تسلیم اور معرفت کی تعلیم دیتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی انسانی غائیت اور کچھ نہیں ہے۔

طرح طرح کی مصیبتوں کا نشانہ انسان ہوتا ہے زندگی کے ہر قدم پر مکروہ اور ناگوار واقعات اسے پیش آجاتے ہیں ان مصیبتوں اور مکروہات کے پیش آجانے کے باوجود بھی اسکی طبیعت میں رضا بالقضا اور سکون و دل آرامی کی ایک سطح اور راستی کا پیدا ہو جانا اور پھر الحمد للہ دل و زبان کے اتفاق سے نکلنا آسان بات نہیں ہے۔ زبان اگر دل اور روح کے اتفاق کے بغیر لاکھوں مرتبہ الحمد للہ کہتی ہے تو اسکی کچھ حقیقت اور اثر نہیں جو طوطے کیطرح ایک بات کو رٹتا ہے لیکن اگر بصیرت اور معرفت کے ساتھ دل و زبان کی یکجائی سے ایک مرتبہ ہی کہا جاوے تو وہ انسانی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب کر دکھاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقادیر پر مسالمت اور مصالحت انسانی زندگی کا اصل منشا ہے۔ اور یہی حقیقی اسلام کا مفہوم ہے کیونکہ اسلام کے معنی اتقیاد اور فرمانبرداری کے اللہ تعالیٰ کی جمیع احکام اور اسکے قضاء و قدر پر راضی ہو جانا اور تسلیم کر دینا جو

مزاج یار میں آوے بکراحت اور خوشی کے ساتھ ظاہر کرنا ایک مسلمان زندگی کا مقصود ہے۔

پس جب ایک شخص اللہ تعالیٰ کی احکام اور قضا کو ان لیتا ہے اور ہر ایک تکلیف میں اسکی طرف قدم بڑھاتا اور اسی سے صلح کرتا ہے تو اسلام کی حقیقت اس کے اندر پیدا ہوتی ہے لیکن اگر وہ بظاہر تو ان باتوں کا اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور ارادوں پر ایمان لاتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں لیکن جب امتحان اور ابتلا کا وقت آتا ہے تو دل میں اللہ تعالیٰ کا شکوہ کرتا اور اسکی ستائش کو چھوڑ بیٹھتا ہے تو وہ اسلام کی حقیقت کو اپنے اندر رکھنے والا نہیں ٹھیرتا۔

یہ تو ممکن محض ہے کہ انسانی زندگی کو یہ خطرات پیش آئیں ابتلاؤں اور مصائب کا سامنا ہو۔ بلکہ ضروری ہے کہ مختلف قسم کے واقعات اس کو پیش آویں مثلاً ایک اتفاق ہو سکتا ہے اور ہوا ہے کہ ایک شخص عظیم الشان جایداد کا مالک اور لوگوں کا مشار الیہ ہے بیٹھا ہوا اپنے اہل معاملہ کو باتیں کر رہا ہے اور ہر طرح سے اپنی کامیابیوں اور خوش قسمتیوں پر نازاں ہے۔ اسی اثنا میں بذریعہ تار اطلاع ملتی ہے کہ اسکی فلاں کوٹھی یا فرم جسمیں کئی لاکھ کا سامان تھا آگ لگ جانے سے بالکل راکھ سیاہ ہو گئی ہے اب ایک عجیب تبدیلی اسکی حالت پر ہوتی ہے۔ وہ شخص جو کئی لاکھ کا مالک تھا آکر میں مفلس قلاش ہو گیا ہے اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ اس اطلاع کے بعد معاً کسی نماز کا وقت آگیا ہے اور وہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے وہ جو الحمد للہ کہتا ہے ہوش فروق اور شرح صدر سے کہیگا؟۔

ابھی بہت دیر نہیں گذری کہ وہ اس نقصان کو سن کر ملا تا اور دل و دماغ میں تپش ہو رہا تھا۔ کہ ساری عمر کا اندوختہ خاک میں مل گیا اور آئندہ کی امید پر پانی پھر گیا جن لوگوں کے تعلقات فرم سے تھے انہوں نے تقاضے شروع کر دیئے غرض ان افکار اور ہجوم میں مبتلا وہ خدا کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ سچا مسلم اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قضا پر راضی رہنے والا ہے تو اسوقت اس کا الحمد للہ کہنا منافقانہ رنگ میں نہیں ہو گا بلکہ وہ اسی شرح صدر اور اطمینان سے کہیگا جسطرح پہلے اس سے پہلے کہتا تھا

مگر اس حالت کا پیدا ہونا اور میسر آنا آسان امر نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے جس کو کثرت دعا اور صحبت صادقین جذب کرتی ہے میں خوب جانتا ہوں اور مدتوں اس پر غور کرتا رہا ہوں کہ انسانی زندگی میں بیداری کا اصل وقت نماز ہے۔ جس میں وہ دنیا اور اسکے تعلقات کو بظاہر الگ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے راز و نیاز کے اظہار کیلئے حاضر ہوتا ہے اس نماز میں اگر اوسکے دل و زبان یکساں نہیں تو کچھ فائدہ اسے حاصل نہیں ہو گا بجز اس کے کہ چند کلموں کو وہ طوطے کیطرح رٹ لیگا اور کچھ ٹکرین مار کر واپس چلا جاویگا۔

نماز کو الحمد للہ سے کیوں شروع کیا ہے میں نے اس پر بہت ہی غور کیا ہے اور ایک بصیرت اور ذوق کے ساتھ میں ابھی تک اس نتیجہ پر آیا ہوں کہ اس ایک کلمہ میں علاوہ اور بہت سے معنوں میں لطیفے کے جو اس کے اندر موجود ہیں **صوفی ازم** کی جان رضا بالقضا۔ توکل فنا بقا وغیرہ اس کلمہ میں ہے۔ اور اسلام کی حقیقت اس میں جامع ہے۔

غور کرو جس مصیبت زدہ شخص کا میں نے ذکر کیا وہ ایسے صدمہ عظیم کے بعد نماز میں کھڑا ہوتا ہے یا تو وہ پہلے درجہ کا منافق ہے اور یا اعلیٰ درجہ کا مخلص اور وفادار بندہ اگر وہ روح اللہ تعالیٰ کا کوئی شکوہ اور گلہ محسوس کرتی ہے کہ اوس نے اسکی جایداد کو تباہ کر دیا

اور اس اتلاف سے زندگی ہی اسکو محال اور وبال جان ہو گئی ہے تو اس نے الحمد للہ کہنے میں جھوٹ بولا ہے۔ اس کی روح تو الحمد للہ نہیں کہتی وہ تو بدظنی کرتی اور شکوہ کرتی ہے۔ زبان سے الحمد للہ کیا اثر رکھیگا لیکن اگر سچ مچ روح ہی اوس کی اللہ تعالیٰ کے حضور الحمد للہ کہتی اور اس اتلاف مال پر بھی اس میں سکینت اور اطمینان موجود ہے اور کوئی شکوہ نہیں کرتی تو سمجھنا چاہیئے کہ اسمیں وہ معرفت تامہ پیدا ہو گئی ہے۔ جو اس کلمہ کے اندر رکھی گئی ہے اور اسلام کی حقیقت اسمیں پیدا ہو چکی ہے۔ وہ اس آیت کا سچا مصداق ٹھیر گیا ہے۔

بلیٰ من اسلم وجہہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

باوجودیکہ ہزار غم و ہم کے واقعات کو پیدا ہونے کے بھی کوئی غم اس پر اپنا اثر نہیں کر سکتا۔ اور کوئی مصیبت اور دکھ اسے دکھ میں نہیں ڈال سکتا۔ یہی وہ مقام ہوتا ہے جہاں آگ گلزار ہو جاتی ہے اسی مقام کو حاصل کرنے والا پانی میں ڈالا جاتا مگر پانی اسے غرق نہیں کر سکتا لیکن ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ معرفت تامہ یہ رضا بالقضا یہ مقادیر الٰہی سے مصالحت حاصل کیونکر ہو؟ کیونکہ یہی تو انسانی زندگی کا مقصد اور منشا ہے۔ اسکے بغیر مومن کبھی مومن نہیں ہو سکتا۔ اسواسطے ہر مسلمان کا یہ پہلا فرض ہے کہ وہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے طریقوں پر غور کرے کیونکہ ابدی سکینہ اور اطمینان قلب کا یہی سچا ذریعہ ہے۔

کاش لوگ اس پر غور کرتے اور صرف زبان سے کہہ دینے ہی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ وہ اس کی حقیقت کو اپنے دل میں جگہ دیکر منشاء الٰہی کے پورا کرنے والے ٹھیرتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اس پر تدبر کیا جاوے تو روح اللہ تعالیٰ کے جلال اور ہیبت سے پانی پانی ہو کر خدا تعالیٰ کیطرف بہتی اور اپنی ساری خوشیوں اور لذتوں کا منتہا اللہ تعالیٰ ہی کی ذات بابرکات کو پاتی۔ مگر میں اس لطف اور ذوق کو جو اسمیں محسوس کرتا ہوں کسطرح تعبیر ظاہر کروں۔ الفاظ ملتے نہیں۔ طرز ادا آتا نہیں ہاں اتنا کہتا ہوں کہ میں جب ایک طرف **الحمد للہ** کی باریک در باریک فلسفی پر غور کرتا ہوں اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک لائف پر نظر کرتا ہوں۔ تو بے اختیار ہو کر میری روح وجد میں آجاتی؛